Badayuni, Abd -- Majid

هو الذی جعلکم خلائف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجات

درس خلافت

Dars-i khilafat

حصہ اول بسلسلہ تبلیغ خلافت

مرتبہ

حضرت مولانا مولوی عبد الماجد صاحب قبلہ قادری بدایونی ناظم
علماء صوبہ متحدہ و صدر پراونشل خلافت کمیٹی صوبہ آگرہ

یہی

وہ رسالہ ہے جس نے ملک میں ایک کافی جماعت مبلغین مسئلہ خلافت کی پیدا کر دی اور
واعظین و مقررین کی ضرورت کو پورا کر دیا جس کو ہر شخص بآسانی یاد کر کے خلافت
پر تقریر یا اور اُس کی اشاعت کر سکتا ہے

مصنف ممدوح کی اجازت خاص سے

منشی مشتاق احمد ناظم قومی دار الاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ نے
باہتمام حافظ محمد سعید ہاشمی پرنٹر
ہاشمی پریس میرٹھ میں چھپوا کر شائع کیا

کتب خانہ انجمن ترقی اُردو جامع مسجد دہلی

MG1
B1329d

خلافت اور انگلستان

(از جناب ڈاکٹر سید محمود صاحب پی ایچ ڈی بیرسٹرایٹ لا پٹنہ سکریٹری آل انڈیا خلافت کمیٹی)
مسئلہ خلافت کی کیا اہمیت ہے برطانیہ کا طرز عمل خلافت اور خلیفہ کے ساتھ کیا رہا
ان دونوں مسئلوں پر پہلی زبردست تصنیف ہے۔ ملک کے بہترین مصنفوں۔ علماء اور
لیڈران نے جس کی تعریف کی ہے مسٹر مظہر الحق پٹنہ اور مسٹر بکھیتال ایڈیٹر
بمبئی کرانیکل نے دیباچہ تحریر فرمایا ہے۔ باتصویر ہے۔
مولانا محمد علی۔ مولانا شوکت علی۔ مولانا ابوالکلام آزاد مسٹر مظہر الحق مسٹر بکھیتال
ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور دیگر حضرات نے بیحد تعریف کی ہے۔ اس سے بہتر
کوئی تاریخی کتاب نہیں ہے متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ اردو ترجمہ عہ

رئیس الاحرار مولانا محمد علی صاحب کی تصانیف

تقاریر مولانا محمد علی صاحب حصہ اول

امرتسر۔ دہلی۔ بمبئی۔ پیرس۔ لاہور۔ کلکتہ کی مشہور تقریروں کا مجموعہ ۸ر

تقاریر مولانا محمد علی صاحب حصہ دوم

کراچی۔ الہ آباد۔ گجرات۔ احمد آباد۔ لکھنؤ کی زبردست تقریروں کا مجموعہ ۸ر

خطبہ صدارت مولانا محمد علی صاحب دہلی و لکھنؤ کانفرنس ۵ر

جذبات جوہر (مجموعہ نظم) ۲ر تقریر مدراس ۳ر بیان مقدمہ کراچی ۴ر

مکمل مقدمہ کراچی عدالت ابتدائی و سشن جج ۱۲؎

بیان مولانا حسین احمد صاحب در مقدمہ کراچی ۲

مشتاق احمد ناظم قومی دارالاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ

8-10-68

اللہ اکبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ درس خلافت اب سے ۶ ماہ قبل طبع ہوا اور پہلی اشاعت ختم ہوگئی۔ ایک عجلت تھی جو نہایت عجلت میں فقیر نے انجام دی تھی۔ حمد اُس کی وجہ کریم کو جس کی قدرت و عنایت نے اُس کو قبول عام و خاص کی عزت سے نوازا شکر ہے کہ ایک کافی تعداد اُس کو ضبط کر کے مبلغ مسئلہ خلافت کی بن گئی اور سنتا ہوں کہ بہت سے واعظین کے معمولات نظریہ و بیانیہ میں بھی اُس کی خدمت و اعانت شامل ہے اب عزیزی منشی مشتاق احمد صاحب نیر بھی (جو دراز زمانہ سے مسئلہ خلافت کی خدمت کے لئے خود کو وقف کر چکے ہیں اور ابتک برابر ایثار و صداقت کے ساتھ ایک سچے مسلمان کی طرح مستقل و مضبوط ہمت سے دینی و قومی خدمات کر رہے ہیں خدا جزائے خیر دے) اُس کی مکرر طبع کے خواہشمند ہیں اور اپنے ذاتی سرمایہ سے انتظام طبع کر کے فقیر سے اجازت خواہ ہیں بطیب خاطر اُن کو اجازت دی جاتی ہے۔ مگر اس قدر عجلت اُن کو لاحق ہے کہ نظر ثانی یا کسی اضافہ و تبدیل کا موقعہ نہیں دیتے مینڈھو (ہاترس جنکشن) کے اسٹیشن پر نصف شب کے قریب جمادی الاولیٰ کی اکیسویں شب کو کانپور وفد خلافت لیجاتے ہوئے منتظر ریل کا ہوں اور اسی حالت میں اُن کو اجازت دیکر ایک نظر طبع سابق پر ڈالنا چاہتا ہوں مگر وقت نہیں ملتا تاہم ہدایت کرتا ہوں کہ تصحیح کا انتظام کافی کیا جاوے۔

ھو المستعان و علیہ التکلان

فقیر عبد الماجد القادری البدایونی

شب ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

2693809

پہلا درس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا ۝ **ترجمہ** اللہ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ اُن کو مُلک کی خلافت ضرور عطا کریگا جیسے اُن لوگوں کو خلافت عطا کی جو اُن سے پہلے ہو گزرے، اور جس دین کو اُس نے اُن کیلئے پسند کیا ہے اسکو ان کیلئے جما کر رہے گا اور خوف جو اُن کو ہو اُسکے بعد اُن کو بدلہ میں امن دیگا کہ باطمینان، ہماری عبادت کیا کرینگے اور کسی چیز کو ہمارا شریک نہ گردانیں گے۔

حضرات! جو آیات میں نے آپ کو سنائیں یہ اُس قدرت والے مالک الملک کا ارشاد ہے جسکی سطوت و طاقت کی ادنیٰ سے ادنیٰ مثالیں دُنیا کی بڑی سے بڑی شاہنشاہیاں بھی نہیں ہوسکتی ہیں۔ یہ اُسی احکم الحاکمین کا ارشاد ہے جسکے جلال و رعب کا کوئی مادی ہستی عکس بھی نہیں لے سکتی اور کسی دُنیاوی طاقت سے اُسکے احکام کی تبدیل اور اُسکے وعدوں کا پلٹ دینا وہم میں بھی نہیں آسکتا۔ یہ ارشاد، یہ وعدہ، و مژدہ، اُس قدرت و حیرت والے نے اپنے اُس نبی سے کیا ہے اور اُس کو دیا ہے جو عرب کی پتھریلی زمین پر طوائف الملوکی عہد میں اخلاقی و ایمانی بدکاریوں کے دور میں ایک غریب محلّہ اور یتیم گھر سے نمودار ہوا۔ وہ جو اپنی آواز میں اپنی تبلیغ میں اپنے کارِ منصبی میں اکیلا تھا۔ اور گرد و پیش اُسکے مخالفتوں دشمنیوں خونخواریوں خونریزیوں کے لشکر تھے۔ وہ جو ایک اُمّی (ان پڑھ) تھا اور اُسکے مقابل دُنیا کے سب سے بڑے فصیح، خطیب، شاعر موجود تھے۔ وہ جو ایک بڈھے دادا اور بیوہ ماں کی پرورش میں رہا تھا لیکن فارس و روم کی

وسیع سلطنتوں کو اپنی ٹھوکروں کے اشاروں سے تربیت و اصلاح دیا جاتا تھا وہ جو ایک ظاہر
کا یتیم فقیر۔ دودھ چھوارے پر بسر کرنے والا فاقہ سے پیٹ پر پتھر باندھنے والا۔ اپنی کملی کے پیوند
آپ لگانے والا تھا مگر عالم کے بھوکوں اور جہاں کے شکم سیر کرنے والوں کے لئے ضیافت
دائمی کا عام دسترخوان پھیلانے کا وعدہ کرنے والا تھا۔

حضرات! یہ قرآنی وعدہ اُس نبی سے کیا گیا ہے جس نے **یہود و نصاریٰ** کی مذہبی
تعلیم اور اُن کے احکام خداوندی کے بدل ڈالنے کو دیکھ کر خیال کیا تھا کہ نہ معلوم میرے بعد
میری اُمّت کی کیا حالت ہو گی، اور یہ آخری پیغام اور وہ توحید و اسلام کی سچّی امانت جسکو
سب سے اخیر میں نے لاکر مخلوق تک پہنچایا ہے تغیر و تحریف کی دست برد سے محفوظ رہ سکے گی
یا نہیں لہذا اس وعدہ میں صاف صاف مژدہ دیا جاتا ہے کہ ایمان و نیکی کے بعد پیروانِ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم ہمیشہ مذہبی سلطنت و عظمت کے علم بردار رہیں گے اور بعثت رسول کا وہ مقصد
جو بندگانِ خدا کی درستی و اصلاح اور شعائر اللہ کی تقویت و احکام ربانیہ کی سطوت و نفوذ سے
تعبیر کیا جاتا ہے۔ رسول کے بعد اُن کے جانشینوں سے تکمیل و ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔

صاحبو! یہ مسئلہ اپنے مقام پر طے ہے کہ نبی عالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سب سے آخر اور سب کے خاتم نبی و رسول ہیں اور خدا تعالیٰ کے ارشاد و وعدہ کے مطابق دنیا
کی تمام عظیم و وسیع نعمتوں کا اتمام اور ان کی تکمیل صرف اسی ایک ذات کے واسطے سے ہے اور
قیامت تک جلال، و کمالات احکام و ارشادات الٰہیہ کا پھیلانا اور بندوں تک پہنچانا فقط
اسی ایک ذات کا کام ہے۔ یہ بات نہایت وضاحت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب فقط حضور
اقدس کے ہاتھوں اور حضور کے لائے ہوئے احکام و قوانین کے ذریعہ سے تمام معاملات دین و طرق
عبادات و بندگی کی تکمیل قدرت مقرر و مختتم فرما چکی اور صرف آپ ہی کی شریعت پر بندگانِ
خدا کی دینی و دنیاوی فلاح و بہبودی کا دار و مدار رکھا گیا تو ضرورت تھی کہ آپ کے بعد وصال
بھی یہ سلسلہ ایک منتظم حالت و با نصاب صورت میں جلوہ گر رہتا اور خدائی کمال و جلال اور

7+20

بندگانِ خدا کی درستی احوال کی کافی نگہداشت و تقویت ہوتی رہتی ہی یہی مضمون آیات قرآنیہ میں ظاہر کیا گیا اور رسول کے بعد اُن کے استخلاف کا مژدہ دیا گیا میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ حضور سرورِ عالم کی نبوّت کی بڑی زبردست دلیلوں میں سے ایک یہ بھی بڑی قوی دلیل اور مضبوط پیشینگوئی ہے جس کو ظاہر ظہورِ عالم نے دیکھ لیا اور یہ حقیقت بازارِ اظہار میں آگئی کہ اس آیت میں قدوس خداوند نے جن نیک عمل کرنے والے مسلمانوں سے وعدہ خلافت کیا وہ حضور رسول اکرم صلیّ اللہ علیہ وسلّم کے اصحاب ہیں اور خلافت کی اصلیت و حقیقت قرآن سے ثابت ہے، اور یقیناً یہ آیہ حضرات خلفائے راشدین کے صحیح و برحق امام، و خلیفہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

بعض مفسّرین کی رائے ہے کہ یہ آیت عام ہے اور حضرات خلفائے راشدین کے علاوہ تمام نیکوکار مسلمانوں کو بھی بشارت دی گئی ہے کہ ایماندار اور نیک عمل والا خلافت سے سرفراز کیا جائیگا بالجمل یہ بات ہر مسلمان کے علم و یقین کے لئے ضروری ہے کہ خلافت ثابت بالاصل ہے اور دین کا جزو لازم ہے اور ہمارے سچّے مذہب اور سچّے ہادی و رسول کی وراثت و نیابت ہے، اور مسئلہ خلافت و مبحث امامت مسلمانوں کا ایسا مذہبی مسئلہ ہے جس پر کتاب اللہ کی گواہی ثبت ہے۔

حضرات! یہ حقیقت بھی یاد رکھنے کے قابل ہی کہ رسول اللہ صلعم کے بعد جس خلافت کا قرآن نے وعدہ و مژدہ دیا ہی وہ صرف احکام تعبدیہ مثل نماز روزہ کی اشاعت و تبلیغ تک محدود نہیں بلکہ اس کے بعد سیاست مذہبیہ اور اجرائے حدود شرعیہ، نفاذ قوانین ملکیہ پر بھی متصرفانہ طور پر شامل ہی جو خلیفہ کے ظاہری و باطنی دینی و سیاسی دونوں قسم کی اقتدار کو ظاہر کرنیوالا ہی آیت میں مسلمانوں کے متصرف خلیفہ ہونے کی صاف پیشینگوئی اور خبر ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ رسول اللہ کی بعد آپ کے خلیفہ کیسے کیسے صاحب اقتدار و تصرف ہوئے جن کی قوت و دبدبہ نے اسلام کو عرب کی خشک وادی سے نکال کر روم، و شام، فارس، افریقہ تک بلند کر دیا ہے اور انکی سطوت ایمان، و حسن اخلاق، و نیکوکاری و استقلال نے فتوحات اسلامیہ کے میدان کو کہاں تک وسیع کیا

حضرات! آج خلافت اسلامیہ کو تیرہ صدیاں گزرتی ہیں اس مدّت میں خلافت نے مہمات

ومشکلات دینیہ کی جیسی حفاظت وکفالت کی اور بقائے دین وتحفظ شعائر اللہ کیلئے جو کچھ
سرگرمی دکھائی وہ کوئی چھپا دبا امر نہیں۔ تبلیغ اسلام، وفتوحات، کے واسطے جو معرکے خلافت
نے سر کئے وہ ایک دو اور ایسے نہیں کہ ہم آپ اُن کا حساب وشمار کریں۔ ناموسِ مذہب اور
دین کی حرمت کیلئے جو سر فروشی خلافت کا نصب العین رہی اُس کیلئے خدامِ خلافت کے
بہتے خون، کٹے ہوئے سر، تڑپتی نعشیں، تاریخ عالم کا بے نظیر سرمایہ ہیں۔ بندگانِ خدا کی خدمت
اور رفاہِ انام کی فکر، اعلائے کلمۃ اللہ کا بلند حوصلہ، اور تقویت اور تاسیس احکام مذہب
کا ولولہ جس جس طرح خلافت کے منصب سے پورا ہوا وہ تذکرہ مذہب وسیرت اسلام کا ایسا درس ہے
جس کی بلند آہنگی اور اعلان کی آواز آج جہان میں گونج رہی ہے میں بلا خوفِ تردید کہہ سکتا
ہوں کہ اگر منصب خلافت اسلام میں نہ ہوا اور خلیفہ اسلام کی ہستی مذہبی ہستی نہ مانی جائے تو کوئی
امتیاز برکات وفتوحات اسلام کا باقی نہیں رہتا۔ بلکہ قومِ مسلم کا امتیازی نشان بھی برباد ہوا جاتا ہے
صاحبو! قرآن شریف کے بعد حدیث پر نظر ڈالو اور فرمانِ حضور سرورِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم
کی طرف توجہ کرو تو وہاں بھی تصریح سے اتباع وتسلیم خلافت کا حکم ملیگا صاف صاف
فرما دیا گیا ہے علیکم بسنتی خلفاء الراشدین میری پیروی کرو اور میرے نیک
خلفا کی،" اس کے بعد اجماعی طور پر اگر کل صحابہ کرام کا اہتمام متعلق خلافت دیکھنا ہو تو اس
مضمون حدیث سیرت وتاریخ اسلام کو غور سے دیکھو کہ بعد وصال سرکارِ عالم صلے اللہ علیہ
وسلم آپ کی تجہیز وتکفین سے قبل جس ضروری واہم امر نے صحابہ کو اپنی طرف کیا وہ مسئلہ قیام
خلافت تھا یہ واقعہ تاریخ اسلام کا ایسا اہم واقعہ ہے کہ اس پر معمولی غور کے بعد بھی ہر شخص
خلافت کی جلالت شان اور اہمیت سے باخبر ہو سکتا ہے اور حضرات صحابہ کرام کے اس تعامل
سے پتہ چل جاتا ہے کہ اسلامیوں کو ایک لمحہ بھی بغیر تسلیم خلافت نہیں گزرنا چاہئے کیونکہ تمام
معاملات کا دارومدار ایک ایسی با اقتدار ہستی ہی پر منحصر ہے جو اجتماع واصلاح مسلمین کی ضامن وکفیل
ہو اور وہ ہستی خلیفہ کی ہے۔ مسلمانو! تمہارے آقا فرما گئے ہیں جو شخص ایسی حالت میں مر گیا کہ اس نے

امام و خلیفہ کی تسلیم و تعارف سے حصّہ نہ پایا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ ان مضامین کو سن کر سمجھ لو کہ صحابہ کرام کا بحث خلافت کو حضور کی تجہیز و تکفین پر مقدم کرنا بھی گویا تعمیل حکم سرکاری کیلئے تھا اور خلافت کی عظمت و عزت کو اس سے ظاہر و عیاں کرنا مقصود تھا اور یہ بھی جتا دینا تھا کہ خلافت خالص مذہبی مسئلہ اور نہایت مہتم بالشان مسئلہ ہے اور ایسا مسئلہ ہے کہ مسلمان کسی وقت کسی حال میں اس سے روگرداں نہیں ہو سکتا۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ دنیائے اسلام پر حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی وفات سے زائد سخت کوئی اور صدمہ اور مصیبت نہیں ہو سکتی اور حضور پاک کی غسل اور کفن دفن کی خدمت سے بڑھ کر صحابہ کیلئے کوئی اور خدمت و سعادت نہیں خیال میں آسکتی۔

آہ جہاں تیرہ اور عالم تاریک ہو رہا ہے ظاہر کی نظر دیکھتی ہے اور سطحی ادراک محسوس کرتا ہے کہ مذہب مقدس اسلام کا جنازہ سامنے ہے اور شریعتِ مطہرہ کی صفِ ماتم بچھنے کا وقت آگیا ہے خدا کا نور اور مجسمہ ہدایت آغوشِ قبر میں جانے والا ہے اور اُن تمام اسلامی ترقیوں اور دینی امیدوں کا خاتمہ ہو رہا ہے جن کو قرآن و وحی کی حوصلہ افزائیوں نے مکہ اور مدینہ کی سرزمینوں پر بلند کیا تھا مگر نہیں صحابہ کی روحانیت و قوت ایمان پکار پکار کر کہتی ہے کہ جب تک ہم میں مسئلہ خلافتِ نبوّت باقی ہے یہ دن نہیں آسکتا اور جس وقت تک ہم اپنے زندہ جاوید رسول برحق کے حکم کے مطابق رسول کے خلفا کے متبع رہیں گے تمام اسلامی ترقی و برکات و فتوحات ہم میں باقی رہیں گے۔ خود ہمارے رسولِ برحق اپنی زندگی ظاہر میں حضرت ابوبکرؓ سے نماز پڑھوا کر ہم کو مسئلہ خلافت کی طرف توجہ دلائے گئے ہیں اور حضور کے قولی و عملی احکام دونوں ہمارے سرمایۂ حیات ہیں وہ دیکھو "جماعتِ صحابہ کو حرکت ہوئی اور ابوبکر صدیقؓ کی طرف ہاتھوں کے بڑھنے، گردنوں کے جھکنے، زبانوں کے اقرار خلافت بلند کرنے نے بنا دیا کہ یہی وہ عمل نیک ہے جسکے اپنے مقام پر برقرار رہتے ہوئے اسلامیت کا اقتدار ظاہر و باطن برقرار ہے اور یہی وہ پہلا وقت ہے کہ قرآن کی خبر و پیشینگوئی پوری ہو رہی ہے کہ مسلمانوں میں متعدد متصرف خلیفہ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ

علیہ وسلم کے نیکو کار غلام زمین کی خلافت و سلطنت سے نوازے جائیں گے۔ اور یہی وہ شرف ہے جسکو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں ظاہر کرتے ہیں لنا رقاب الارض (زمین کے مالک ہم ہیں)۔

حضرات! ۱۱ھ سے خلافت کا سلسلہ چلا حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضؓ حضرت عثمان غنی رضؓ، حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم علیہم اجمعین۔ یہ چار خلیفہ وہ ہوئے جنکی خلافت منہاج نبوت پر تھی اور حضرت امام حسن رضؓ اور حضرت امیر معاویہ رضؓ بھی خلافت راشدہ میں شامل کئے گئے ہیں مگر جناب امیر معاویہ رضؓ سے خلافت بنو امیہ میں پہنچی ہے اور ۱۳۲ھ تک بنو امیہ میں سے ۱۲ خلیفہ ہوئے ہیں اور وہ دور ان پر خاتمہ ہوکر ۱۳۲ھ سے ۶۵۶ھ تک آل عباس رضی اللہ عنہ میں خلافت دبدبہ نما ہوتی ہے اسی عباسی خاندان میں پانچ سو چوبیس برس کے عرصہ میں ۳۶ خلیفہ فرمان روائی کرتے ہیں اور اسی خاندان سے دو بڑے بڑے شاہنشاہ اور ایشیا کے فرمانروا خلعت و تاج پاتے ہیں اور باوجود محمود غزنوی و محمد تغلق جیسے صاحب قوت و لشکر و فتوحات بادشاہوں کے موجود ہونیکے خلافت آل عباس ہی میں رہی بلکہ ایشیا کا ہر فرمان روا خلافت عباسیہ سے ہی اپنی نسبت کو اپنا فخر سمجھتا رہا۔ یہ تاریخی نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہندوستان کے بادشاہوں نے بھی باوجود بعد مسافت خلافت عباسیہ کے اقتدار کو تسلیم کیا اور دربار بغداد سے خلعت پانے کو فخر سمجھا۔ آج سے سات سو سال قبل تغلق نے ایک عباسی خلیفہ کا فرمان منگوایا اور اسکے حاصل ہونے پر بڑا زبردست جشن مسرت رچایا گیا چنانچہ بدر چاچ کا وہ مشہور قصیدہ اسی تقریب پر لکھا گیا جسکا مطلع تاریخوں میں منقول چلا آرہا ہے ؎

جبرئیل از طاق گردوں انشروا گویاں رسید . کز خلیفہ سوئے سلطان خلعت و فرمان رسید

عباسیوں سے وراثت خلافت بڑے انقلاب کے بعد ترکان آل عثمان کو پہنچی۔ اور پھر دنیا بھر میں آل عثمان کی خلافت اسلامیہ مسلّم و مقبول ہو گئی اور چھ سو برس سے خدمت حرمین و حکومت جزیرۃ العرب اور حکمرانی ممالک اسلامیہ کی عزت جس کا مسلمانوں کی جمہوری و اجماعی تسلیم سے خلافت ہے برابر ترکوں کے پاس ہے اور آج ہم مسلمانوں کے مسلّم خلیفہ حضرت سلطان وحید الدین ہیں

خدا اُن کی مدد فرمائے اور وہ پابند احکام شرع رہ کر اقتدار خلافت کی حمایت میں ساعی رہیں آمین۔

صاحبو! مسئلہ خلافت کی جلالت شان اور اُس کے منصب کی مختصر تاریخ سُنا کر جو بات مجھے آپ حضرات تک پہنچا دینا ضروری ہے اُس پر آپ کی خاص توجہ درکار ہے۔ آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ آج کل آپ کی خلافت خطرناک حالت میں ہے خدانخواستہ آپکا تمام اسلامی اقتدار برباد کر دینے کی فکریں اور تجویزیں ہو چکی ہیں اور آپ کا وہ مذہبی مسئلہ جس پر آپ کی دینی و دنیوی ترقیوں کا دارومدار ہے اور جسکی اہمیت ابھی ابھی آپ قرآن و حدیث سے معلوم کر چکے ہیں خدانخواستہ اس مسئلہ کی تباہی کا وقت آرہا ہے آپکا مقام خلافت، اور آپکے مقدس شہر اسلام کے قبضہ سے نکل کر کفر و شرک کے پنجۂ ظلم میں جانے والے ہیں آپ کی وہ دینی و دنیوی عظمت و بزرگی جسکا سیاسی و دنیاوی رقبہ ملکی حد میں لاکھوں میل تک وسیع ہو رہا تھا ایسا تنگ کیا جارہا ہے کہ خود خلیفہ ایک قیدی کی طرح ایک محدود چاردیواری میں گھیرا جاتا ہے اور وہ تمام اسلامی ممالک جو صحابۂ کرام و فدائیان اسلام کے فتوحات و جانبازی کے یادگار تھے اور صدیوں سے اُنپر خلافت کا ہلالی پرچم لہرا رہا تھا صلیب کا مرکز اور باطل پرستوں کی ملک ہوئے جاتے ہیں۔

آہ! آہ۔ مکہ۔ مدینہ۔ بیت المقدس۔ کربلا۔ نجف۔ بغداد۔ بصرہ۔ کہا جاتا ہے کہ اسلامی سیاست و خدمت سے نکل کر باغیوں، کافروں، خلافت اسلامیہ کے پامال اور پارہ پارہ کرنے والوں کے قبضہ میں جانے والے ہیں۔

مسلمانو! کیا تم یہ سُن کر خاموش رہو گے اور کوئی راستہ خدمت کا نہ نکالو گے اور کیا تمہارا قلب گوارا کرے گا اور تمہارا اسلام و ایمان اجازت دیگا کہ ان حالات کو معلوم کرکے تم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہو اور اُس دن کا خوف نہ کرو جبکہ خدا کے دربار میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تم سے سوال کریں گے اور اسلام فریادی ہو کر تمہارا دامن پکڑے گا دین و مذہب تمہاری شکایت کرتا ہوا تم کو خدا کے سامنے لیجائے گا میں تم سے اس وقت کسی اور کار خدمت کو نہیں کہتا صرف صدقۂ عالی کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور بتلانا چاہتا ہوں کہ بھلا

قدم مال کی قربانی کا ہے اور یہ وہ راستہ ہے جس پر ہر اُس شخص کو قدم ڈالنا چاہیے جو کلمۂ
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کا دعویدار ہے اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خدمات اسلامیہ کا
عمل ہمیشہ پہلے اسی راستہ سے ہوا ہے۔ تم نے سُنا ہوگا اور باخبر حضرات کو تاریخ و سیرت نے
درس دیا ہوگا کہ زمانۂ نبوتؐ و رسالت میں جس وقت خود سرکار دو عالم دین و اسلام کے لئے
جہادِ مالی کا حکم دیتے تو حضرات صحابہ ایک بے قرارانہ انداز سے دوڑ دوڑ کر اپنا بھرا گھر خالی
کرکے قدموں پر لاکر ڈال دیتے یہانتک کہ اپنے کرتے کے بوتام گھنڈیاں بھی توڑ کر حاضر کردیتے
اور گریبان کو ببول کے کانٹوں سے اٹکا لیتے۔ اُس کے بعد جب دوسرا مقام جانوں کے خرچ
کرنے کا آتا تو ایک خاص ذوق و شوق میں یہی گروہ صحابہ گردنیں کٹانے کو بڑھتا اور کلمہ
پڑھتا ہوا اپنے آپ کو مذہب کی قربانگاہ پر چڑھا دیتا۔ کیا آپ لوگوں نے شہدائے کربلا اور
رسول و بتول کے فرزند امام عالی مقام کا حال نہیں سنا ہے۔ میں پوچھتا ہوں" وہ کونسا
جذبہ تھا جس نے حضرت حسینؓ کو کربلا کی تپتی ہوئی ریت اور جلتے میدان میں پہنچایا اور وہ
کیا خدمت تھی جس کے لئے امام نے مال، اولاد اور پھر ذات خاص کو تیغ و خنجر کی نذر کردیا
اس ہزاروں بار کے سُنے ہوئے واقعہ اور ہر محرم میں تازہ ہو جانے والے درد کی حقیقت پر
بھی کبھی آپ نے غور کیا۔ اور یہ بھی سوچا کہ امام کس چیز کے لئے قربان ہوئے اور علیؓ و فاطمہؓ
کا دودھ اور خون ریگستان کربلا میں کس لئے مٹی میں ملا۔

صاحبو! صرف اقتدارِ خلافت کے لئے امام نے گلا کٹوایا اور اپنے نانا کی پاک وراثت
خلافت کو ظلم و فسق کے کلنگ سے بچانے کے لئے یہ سرفروشی و جانبازی ظاہر فرمائی وہاں فسق
و ظلم سے خلافت کی بدنامی کے لئے اپنا خون بہا دیں اور یہاں شرک و تثلیث کی نجاست
جس وقت خلافت کے روشن چہرہ پر پڑنے والی ہو ہم مالی مدد سے بھی اُس کو دور کرنے کی
فکر نہ کریں للہ غور فرمایئے کہ پھر ہمارا جذبۂ ایمان و اسلام کس کام کا اور ہم نام کے مسلمان
کس مرض کی دوا۔ خدا کے لئے سنت امام حسینؓ کو اپنا رہبر بناؤ اور صحابہ کرام کی جانبازیوں

کی شعل اپنے سامنے رکھ کردیں ومذہب کی حمایت کے لئے ہر سخت سے سخت اور تاریک سے تاریک راہِ مصیبت پر قدم ڈالنے کو مستعد ہو جاؤ اور ظالم کافروں کو اپنے خاموش و باسکون عمل سے بتادو کہ جب تک ہم مسلمان زندہ ہیں حرمت وناموسِ خلافت برباد نہیں ہوسکتا،، خلافت عثمانیہ کا بقا مسلمانوں کا بقا ہے اور خلافت کا زوال مسلمانوں کی موت کا مقدمہ ہے، خلافت کے اقتدار کے ساتھ حرمین یعنی مکہ، مدینہ کا ظاہری اقتدار بھی ہے اور خلافت کے زوالِ اقتدار کے وقت وقار حرمین بھی خطرناک ہو جاتا ہے اور اس خطرہ کے وقت ہر مسلمان کا اپنے آپ کو ہر خطرہ میں ڈالدینا مذہب کا لازمی و ضروری ہے ،، لہذا اُس وقت سے پہلے ہر امکانی ودفاعی کوشش کرلو اور ہر اُس وسیلہ و ذریعہ کو جو اُس سخت خطرہ کے وقت کو نہ آنے دے پہلے عمل میں لے آؤ۔

حضرات! آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ترکی خلافت کے سامنے اتحادیوں کی طرف سے شرائط صلح پیش کردی گئیں اور یہ شرائط ہمارے احکام وجذبات دین ومذہب کے خلاف ہیں کیونکہ ان شرائط کو دیکھ کر اظہار ناراضگی کیا ہے اور ہندوستان کے مسلم اہل عقل وفہم نے طے کرلیا ہے کہ اگر یہ شرائط بدلے نہ گئے اور خلافت ترکی سے اُسکے حسب شان سمجھوتہ نہ کیا گیا تو ہم گورنمنٹ سے تمام تعلقات قطع کردیں گے،، اور علما کا دینی ومذہبی درس بھی اعلان آزادی احکام مذہبیہ پر ہو چکا ہے۔ بالفعل تدریجی اور ابتدائی قدم سودیشی اور واپسی خطاب واعزاز کا ہے اس میں جہانتک ممکن ہو سکے مضبوطی واستقلال سے کوشش کرنا چاہیئے اور ہر مسلمان عہد کرے کہ اب جو نیا کپڑا وہ بنائیگا وہ دیسی ہوگا اور حتی الامکان ہر مسلمان اس امر کی کوشش کرے گا کہ مسلمان خطاب یافتہ اپنے خطابات واپس کریں اور اپنے مقدمات کے فیصلہ کے لئے حتی الوسع ہر مسلمان کتاب اللہ اور شریعت مطہرہ کی طرف رجوع کرے اور اسکے لئے جلد سے جلد محکمہ قضا ہر جگہ قائم ہونے کی کوشش کیجائے۔

مسلمانو! خوب یاد رکھو جب تک مسلمان نہ بنو گے اور اسلامی پیروی نہ کروگے کچھ کام نہ ہوگا

خدا کے وعدے پر نظر رکھ کر ہر خطرہ اور خوف سے مطمئن ہو کر قول کی سچائی اور ارادہ کی مضبوطی کے ساتھ کام کرو اور ہر کام کرنے سے پہلے خوب دل کا جائزہ لے لو کہ کہاں تک خلوص وللہیت کا اثر ہے۔ کام کرنا تمہارا فعل اور مسلسل کوشش جاری رکھنا تمہارا فرض ہے نتیجہ مالک کے قدرت والے ہاتھوں میں ہے جس نے وعدہ کر لیا ہے کہ اگر ایماندار بنکر نیکی عمل اور استواریٔ ہمت و صداقت کے ساتھ جد و جہد جاری رہے تو ہر عزت تمہارے لئے ہی اور ہر خوف و خطرہ سے امن تم کو بخشدیا گیا۔

اب میں دعا مانگتا ہوں تم سب آمین کہو ؎

خداوندا ہمیں ایمانِ کامل تو عطا فرما — نہ ہو لغزش ہمارے پائے استقلال کو اصلا
رہیں دنیا میں ہم بےخوف ہو کر سارے عالم کے — بجے ساری خدائی میں ہمارے نام کا ڈنکا
ہمارا نام رزم و بزم میں سردارِ مجلس ہو — ہماری عزت و عظمت کا ہر ممبر پہ ہو خطبا
ہمارے رعب سے دل اہلِ باطل کے دہل جائیں — ہمارے خوف سے ہو پانی پانی کفر کا پتا
ہمارے جوشِ اسلامی سے تھرا جائے ہر کافر — ہمارے شورِ تکبیرات سے گر جائے ہر گرجا
خلافت کا نشان ہم میں رہے یارب قیامت تک — رہے ترکوں کا اسلامی ممالک پر سدا قبضا
پھریرا عزتِ زینِ محمدؐ کا اڑے جائے — رہے یورپ میں لہراتا ہوا اسلام کا جھنڈا
کمالِ مصطفےٰ ظاہر ہوا اس دورِ مصائب میں — جلالِ تیغِ حیدرؓ کا نظر آجائے پھر جلوا
عمرؓ کے ساتھ پھر فتح و ظفر کی فوج آجائے — علم پھر خالدؓ جانباز کا ظاہر ہوا سے ہولا
رہے امن و امانِ امتہ میں یارب ہر اک مسلم — نہ ہونے پائے تیرے کلمہ گو کا بال تک بیکا

دعائیں باثر نکلیں گنہگارانِ امت کی
رسول اللہ کا صدقہ۔ رسول اللہ کا صدقہ

دوسرا درس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

معزز حضرات! میں اس وقت جو مضمون آپ کو سناؤں گا اور جس خالص اسلامی مسئلہ کے متعلق درس دوں گا وہ دُنیائے اسلام کا بہت زائد ضروری مسئلہ خلافت ہے اس مسئلہ کو سنانے کے لئے مجھے ایک صاف اور سلیس مگر ضروری تمہید میں یہ عرض کر دینا لازمی ہے کہ خلافت کی حقیقت و عظمت کیا ہے اور مسلمانوں کے اس کو ایک مذہبی مبحث تسلیم کرنے کی بنیاد کس امر پر ہے میں اس تمہید کو اس واسطے بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ابتک ہمارے مخالفین بعض وقت جوشِ تعصب میں کہدیا کرتے ہیں کہ مسئلہ خلافت مسلمانوں میں کوئی مہتم بالشان مسئلہ نہیں صرف چند تیز طبیعت لوگوں نے اس زمانہ میں اس کو اہمیت دیدی ہے اور ایک سیاسی جدّ و جہد کر رکھی ہے حالانکہ اُن کا ایسا کہنا خود اپنے مُنہ پر تھپڑ مارنا ہے جس کو میں بیان کروں گا۔

صاحبو! یہ بات کافی غور اور کامل حفظ و ضبط سے سمجھ لینے کی ہے کہ اسلام نہ فقط رہبانیت کا نام ہے نہ صرف سیاست ملکی کا۔ بلکہ جس طرح اس خدائی دین کا نظام اپنے پیرووں کو حقوقِ عبادات میں بلاتفریقِ رنگ و قومیت یکجا کرتا ہے اور خدا کی پرستش کے میدان میں سب کو یکساں حالت میں جمع کر کے دکھاتا ہے یوں ہی معاملات میں بھی سب کو برابر حقوق دیتا ہے بیشک اسلام نے احکام شرعیہ میں کسی کا استثنار اور کوئی امتیاز کسی کے واسطے نہیں رکھا ہے بلکہ اپنی برکتوں سے مالامال اور فیاض ہاتھوں کو اس درجہ بلند اور وسیع کیا ہے کہ اگر کوئی ساری عمر کا کافر بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپے تک شرک میں بسر کرنے والا بھی کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سچے دل سے

پڑھ لیتا ہے تو مذہبی حقوق میں ایک قدیم الاسلام اور خاندانی مومن کی برابری کر سکتا ہے اور خدا پرستی کے میدان میں اُس کا قدم کسی سے پیچھے نہیں رہتا۔ اگر نماز میں ایک غریب فقیر ایک نواب و امیر کے دوش بدوش کھڑا ہو سکتا ہے اور خانۂ خدا میں شاہ و گدا ایک وقت جمع ہو سکتے ہیں۔ حج میں خلیفہ اور اُس کا نوکر ایک ہی وضع ایک ہی لباس ایک ہی حالت میں نظر آتے ہیں تو معاملات میں بھی یہ منظر پیش نگاہ ہو جاتا ہے کہ خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کو کھڑے ہوئے ہیں۔ مجلس سے ایک مسلمان اُٹھتا ہے اور کہتا ہے خلیفہ پہلے ہماری بات سن لو" اُس کے بعد خطبہ دینا۔ سنو تو سہی غنیمت میں کپڑا تقسیم کیا گیا وہ مجھے بھی ملا مگر وہ اتنا نہ تھا جس میں پورا قمیص، پیرہن، کرتا، تیار ہو جاتا۔ لیکن اُسی کپڑے کا قمیص ہم آپ کے جسم پر دیکھ رہے ہیں تو کیا آپ نے ہم مسلمانوں سے زائد حصہ لیا اور کس حق سے" مسلمانو! غور کرنے کا مقام ہے کہ اسلام کی آزادانہ حقوق طلبی کی تعلیم اور درسِ مساوات کتنا صحیح اور حق ہے جس نے اہل اسلام کو حلقہ بگوش کو سچی جرأت و حقانیت کا متوالا بنا دیا ہے اور اُس کو یقین بخش دیا ہے کہ اسلام میں عبادات و معاملات کے لئے ہر ایک ہستی برابر درجہ رکھتی ہے میری غرض تو اتنے واقعہ کے بیان سے بھی پوری ہوتی ہے مگر جی چاہتا ہے کہ روایت تمام کر دوں تاکہ خلفائے اسلام کی سیرت کا بھی ایک نمونہ مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے ہو جائے "سنئے" جب وہ مسلمان حضرت فاروق سے قمیص کے کپڑے کے متعلق یہ سوال کر چکے۔ تو فاروق اعظم نے اپنے صاحبزادہ عبداللہ ابن عمرؓ کو اشارہ کیا کہ اُٹھو اور اس کا جواب اور کپڑے کا واقعہ بیان کرو۔ عبداللہ ابن عمرؓ کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں حاضرین مجلس" واقعہ یہ ہے کہ کپڑا سب کو برابر تقسیم ہوا اور میرے والد خلیفۃ المسلمین نے بھی اتنا ہی پایا جتنا اور مسلمانوں کو ملا اور یقیناً" اُس حصہ میں کرتا تیار نہ ہوتا تھا مگر میں نے اپنے حصہ کا کپڑا خلیفۃ المسلمین کو ہدیہ کر دیا کیونکہ اُن کے پرانے قمیص کے پیوند بہت بوسیدہ ہو گئے تھے اور اب جو کرتا آپ کو خلیفہ کے

جسم پر نظر آرہا ہے یہ میرا اور اُن کے دونوں کے حصّہ کے کپڑے کا ہے"۔ یہ سُن کر وہ مسلمان سائل مطمئن و خموش ہوگیا۔

اسی طرح ایک بار ایک یہودی نے قاضی شریح کی عدالت میں دعوی دائر کیا مجھ سے جناب مولا علی رضی اللہ عنہ نے ایک زرہ خریدی تھی اور قیمت اُس وقت نہ ادا ہوئی تھی اب میں طلب کرتا ہوں تو آپ فرماتے ہیں میں ادا کر چکا (حقیقۃً قیمت ادا ہو چکی تھی) لہٰذا میری قیمت دلوائی جائے۔ قاضی نے حضرت مولا علی کو طلب کیا آپ تشریف فرما ہوئے اور اُسی طرح ایک عام مقام پر تشریف فرما رہے جہاں مدعا علیہ کھڑے ہوتے تھے۔ دعویٰ کے جواب میں آپ نے فرمایا میں قیمت ادا کر چکا ہوں۔ گواہ طلب کیے تو آپ نے حضرت امام حسنؑ اور اپنے غلام قنبر کو پیش کیا۔ مدعی کی طرف سے جرح کی گئی کہ باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی اور مولا کے واسطے غلام کی شہادت مخدوش ہے چونکہ اور کوئی گواہ نہ تھا لہٰذا حضرت مولا نے سکوت فرمایا اور قاضی کی طرف سے قیمت ادا کرنے کا حکم ہوا اور حضرت مولا نے اُس کو تسلیم فرمایا جس کے بعد وہ یہودی فوراً مشرف باسلام ہوگیا اور اُس نے کہا مجھے یہی دیکھنا تھا کہ معاملات میں اسلام کی تعلیم کا عملاً کیا نمونہ ہے اور اسلامیوں نے اپنے نظامِ معاملات میں کیا طریقہ رکھا ہے اور اسلامی سیاست کا کیا پایہ ہے۔

حضرات! یہ واقعات جو میں نے گزارش کیے صرف یہ بتانے کے لئے تھے کہ عبادات اور معاملات دونوں کے لئے اسلام کا درس یکساں ہے اور دونوں کی تعلیم اسلام کی خصوصیت ہے رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ قرآن کی تعلیم کی ہوئی دعا ہے جس میں پہلے دُنیا کی بھلائی اور بہتری طلب کرنے کا حکم ہے کیونکہ سرکارِ عالم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہیں الدنیا مزرعۃ الاخرۃ (دُنیا آخرت کی کھیتی ہے) اور وہ درس ہے جو رہبانیت سے علیحدہ رکھکر عبادات کے ساتھ معاملات و معیشت دُنیا کی بھی اصلاح کرتا ہے

اور یہی وہ روحانیت کا معتدل راستہ ہے جس پر چل کر تعلقات عباد و تعلقات الٰہی کی شاہراہ مل جاتی ہے۔

حضرات! اسلام نے اپنے آپ کو دو دعووں سے پیش کیا۔ پہلا سبب ضرر، دوسرا جلب نفع۔ آپ لوگ اس مطلب کو یوں سمجھیے پہلے آپ کو اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم پڑھنے کا حکم دیا پھر بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت کی طرف مائل کیا۔ غور فرمایئے جب تک راستہ صاف نہ ہو آپ منزل تک نہیں پہنچ سکتے۔ مسجد کی جب تک آپ حفاظت نہ کریں گے کہ اس میں نجس جانور اور نجاست کا دخل نہ ہو نماز نہیں پڑھ سکتے۔ حج میں جب تک راہ کے امن و امان کا اطمینان نہیں کر لیں گے حج نہیں کر سکتے۔ جلب نفع میں صرف ترقی نفس اور تکمیل ذاتی کا ہی پہلو ہے اور سلب ضرر میں دوسروں کی صلاح و فلاح اور نظم و انتظام کا بھی مواد ہے۔ پس ضرور ہے کہ دونوں مرتبہ ملحوظ رکھے جائیں تو خالص اسلامی تعلیم اور مذہبی شان کا ظہور ہو۔ ہمارے نبی اکرم صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے دُنیا کے سامنے دونوں نمونے پیش کئے وہ ایک وقت میں توحید کے مبلّغ دین و احکامِ اسلام کے معلّم بھی تھے اور اپنی ہستی کو خدا کے لئے کامل و مکمل دکھا کر دعوت و تبلیغ کے میدان کے ہادی و راہبر بھی اُن کے ہاتھوں میں عساکر و افواجِ اسلامیہ کا نظم و نسق بھی تھا اور قرآن بھی اُن کی زبان پر فوج کا دل بڑھانے والا۔ رجز بھی ہوتا تھا اور تلاوت آیات کلام الٰہی بھی وہ قیصر و کسریٰ کی سفارتوں سے بھی نہایت سادے اسلامی طریقے سے ملتے تھے اور غریب و یتیم بیوہ، فقیر کے ساتھ بھی نظر آتے تھے۔ اُن کی نظر وحی و کتاب کے خاص خاص رموز تک بھی پہنچتی تھی اور مہمات و مشکلات قوم تک بھی رسا ہوتی تھی۔ ہاں وہ شیرازہ دین اسلام کو بھی منتظم کرنے والے تھے اور ملک و قوم کو متحد و متفق رکھنا بھی اُن کا شعار تھا، وہ بیکسوں کے مامن و ملجا ضرور تھے اور بے ٹھکانوں کا ٹھکانا یقیناً اُنکا گھر بنا ہوا تھا

مگر ظالم، وسارق غارت گر اور فتنہ انگیز کو اُن کے دربار سے سزا بھی ملتی تھی۔ وہ کمزوروں کو سہارا دینے والے تھے اور یقیناً تھے لیکن بدباطن اور اہل سازش منافقوں کو نکال دینا اور اُن کی ہمنوائی سے مسلمانوں کو آگاہ کر دینا بھی اُن کا کام تھا وہ خدا کی رحمت و جمال کا خطبہ دے کر حوصلہ عبادت بڑھاتے بھی نظر آتے تھے اور قہر و جلال الٰہی کی تلوار ہاتھ میں لیکر عالم کو ڈراتے دھمکاتے بھی دکھائی دیتے تھے انھوں نے فقیروں کو شاہنشاہیں کے تخت بھی بخشے اور شاہوں کو بوریہ و خاک پر بھی جگہ نہ ملنے کے قابل بنا دیا۔ اُن کے ہاتھوں میں دُنیا و دین دونوں کی نعمتیں رہیں اور اُن کی ٹھوکروں میں فقر و امارت دونوں کی دولتیں دیکھی گئیں۔ انھوں نے زمانہ سے توحید کا اقرار بھی لیا اور جہاں سے بہیمیت و بدنظمی بھی دور کی غرضنکہ اسلام کی صحیح تعلیم اور دُنیا و دین دونوں کی اصلی تکمیل جس صورت میں رونما ہو سکتی تھی اُس کو سرکار عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ظاہر فرما دیا اور ایک ایسا نصاب و نظام اپنی زندگی کا پیش کر دیا جس نے عالم کو آماجگاہِ فسادات ہونے سے بچا لیا

حضرات! ہمارے نبی کی نبوت و رسالت کے بعد اُن کے سلسلہ تکمیل کا نصاب جس ضروری اکمل صورت میں آیا اُس کا اجماعی طور بلکہ خود نبی اکرم کے فرمان کے مطابق خلافت کے نام سے ظہور ہوا۔ اور پھر ایک خلافت کے بعد دوسری خلافت دُنیا کو یہ بتاتی رہی کہ "خلافت کی ضرورت و حقیقت کتنی وقیع و لازمی ہے"

تاریخ اسلام کے پڑھنے والے باخبر ہیں کہ کس طرح اسلام کی ترقی و فتوحات کے دروازے وا ہوئے اور کس طرح تعلیم اسلام کا اثر غریب سے لیکر امیر تک رعایا سے گزر کر شاہ تک خاک سے اٹھ کر تخت تک پہنچا۔ ویرانوں سے نکل کر آبادیوں کا زینت محفل بنا، پہاڑوں سے زائد وزنی اور اونچا ہو کر اُٹھا۔ دریاؤں سے بڑھکر محیط و شریع ہو کر پھیلا۔ وہ تقاضا طلب تھا کہ کسی سلسلۂ نصاب میں منسلک رہے اور چونکہ اسلام دین فطرت ہے اور اپنے دوام و بقا پر اپنے صاف سلیس اور فطرتی اصولوں کو گواہ بنا کر لایا ہے لہذا ضرورت داعی

ہوئی کہ اُس کے احکام کے جاری رہنے اور اُسکے ارکان کے تقویت پانے اور اسکی حرمت کی حفاظت کے لئے ایک ایسی طاقت بھی موجود رہے جسکے سبب اُسکی ہستی سطوت وجلال کے ساتھ قائم وبرقرار رہے اور شعائر اللہ کی ہر خطرہ سے نگہداشت ہوتی رہے

حضرات! یہی طاقت خلافت ہے اور انہیں خدمات کا انجام دینا خلافت کا کام ہے اور اسلام میں یہی منصب وہ منصب ہے جسکے نہ ہونے سے مذہبی نظام کی ابتری اور جسکے ہوتے ہوئے دینی نصاب کی درستی ہے۔

آج جو ہم مسلمان خلافت اسلامیہ کی بربادی پر نالہ وشیون کر رہے ہیں اور اُسکے تجزیہ وتقسیم اور اُسکے اقتدار کے سبب وزائل ہو جانے کے اندیشہ وغم میں گھلے جا رہے ہیں اُسکا سبب یہی اور صرف یہی ہے کہ خلافت کا برباد ہونا ہمارے آئین مذہب کا برباد ہونا ہے خلیفہ کے اقتدار کی تقسیم ہمارے قرآن کے اوراق کا چاک ہونا ہے، خلیفہ کے اقتدار کا سلب وزائل ہونا ہمارے مذہب کی قوت کا ٹوٹنا ہے۔ اس مقام پر میں اُس وعدہ کو پورا کردوں جو شروع تقریر میں میں نے کیا تھا اور یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ جس خلافت کا ہم کو غم ہے اور جس خلیفہ کو ہم اپنا کہہ رہے ہیں وہ ہماری صحیح خلافت اور واقعی خلیفہ ہے بھی یا نہیں یہ بتا دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ اگر ہمارے اجماعی وقطعی دلائل سے علیحدہ ہو کر دیکھا جائے اور صرف اُس گروہ کے اکابر وعمائد کے اقوال ومسلمات پر نظر ڈالی جائے جو خلیفہ وخلافت سے مسلمانوں کو بے تعلق بتا رہا ہے تو بھی مسئلہ صاف ہوا جاتا ہے اور دشمنوں کی زبانوں سے قدرت اظہار حق سنوائے دیتی ہے۔ ہم اسوقت صرف دو ایک قوی مسیحی علما ومورخین کے بیان کئے دیتے ہیں جنسے ہمارے دعوے کی تصدیق اور وعدے کا اتمام ہو جائے گا اور دُنیا سمجھ لیگی کہ کل تک جس قوم کے علماء وارباب استناد ترکی خلافت اور عثمانی خلیفہ کو مسلمانوں کا مسلّم خلیفہ وخلافت کہتے تھے آج اُسکے متعصب افراد کیسا گندا جھوٹ اور صریح غلط بیانی کرتے ہیں۔

کتاب نمبر ا "فیوچر آف اسلام" کا مصنف لکھتا ہے :۔

حنفیوں کے علاوہ ان کو (سلطان ترکی) مالکی و شافعی بھی جو اس سے پہلے خلافت عثمانیہ کو تسلیم نہیں کرتے تھے اب صدق دل سے خلیفہ اسلام تسلیم کرنے لگے ہیں اور وہ سلطان المعظم کے اشاروں پر حرکت کر رہے ہیں مصر میں بھی سلطان کو اس بارہ میں معقول کامیابی ہوگئی ہے اور ہندوستان کے مسلمان ہر جگہ مساجد میں ان کیلئے دعائیں مانگتے ہیں اور دنیا میں جہاں کہیں بھی مسلمان ہیں سلطان ترکی کو جو تمام یورپ کو آج دھمکیاں دے رہا ہے اور جو تمام مسلمانان عالم کا دینی سپہ سالار ہونے کی حیثیت سے دفعتہً ان کو آمادہ جہاد کر سکتا ہے اپنا حقیقی دینی پیشوا تسلیم کرتے ہیں۔

انگلستان کی ایک شاہزادی اپنی کتاب "عہد حکومت سلطان عبدالحمید" میں ایک مقام پر لکھتی ہے۔

وہ (سلطان ترکی) اپنے مذہب کا دینی پیشوا ہے اور جہاں کہیں مسلمان بستے ہیں اسکے اختیار میں ہیں۔

سفیر انگلستان لیرڈ اپنے ۱۹ر جون ۱۸۷۸ء کے خط میں انگلستان کی وزارت خارجہ کو لکھتا ہے۔

سلطان گھٹ کر خود ایشیا کے پانچویں درجہ کے حکمران کی حیثیت کا کیوں نہ رہ جائے مگر پھر بھی وہ خلیفۃ الاسلام برابر باقی رہے گا۔

صاحبو! اب تک جو کچھ میں نے آپ کو سنایا اور جتنا کچھ آپ نے سنا اس سے یقیناً آپ حضرات اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہونگے کہ خلافت ایک اہم اور ضروری مسئلہ ہے اور اس اہمیت اور ضرورت کے سمجھ لینے کے بعد یہ وہم و خیال بھی رفع ہو جاتا ہے کہ اگر خلیفہ ہزاروں کوس

دور ہے اور درمیاں میں دوسری سلطنتیں ہیں تو تسلیم خلافت کیا مفید یا یہ مغالطہ جو بعض لوگ دیا کرتے ہیں کہ خلیفہ کو ایک مخصوص خاندان سے ہونا چاہیئے ورنہ خلیفہ ہی نہ ہوگا آپ لوگ غور فرمائیں کہ اگر اس قسم کی بعید از عقل باتیں مانی جائیں تو یہ دقت پیش آتی ہے کہ اصل چیز خلافت جس کی ہر زمانہ میں ہونے کی ضرورت اور شریعت کی اصطلاح میں جس کا ہونا وجوب کا حکم رکھتا ہے باطل ہوئی جاتی ہے اور ایسی دور کے الجھاؤ میں آئی جاتی ہے کہ گویا ہو ہی نہیں سکتی۔ اور اس کے نہ ہونے سے جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اس کو آپ سمجھ چکے کہ دین و مذہب کا نظام و نصاب ہی بگڑ جاتا ہے۔ انہیں مصلحتوں اور ضرورتوں کو ملحوظ فرماتے ہوئے اور اسلام کی کمال شان مساوات کا درس دیتے ہوئے سرکار عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اطاعت کرو اگرچہ تم پر عبد حبشی امام و خلیفہ ہو اور حضرت عمر رضنے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ سالم حضرت خدیجہ کا غلام اگر ہوتا تو اس کو امام بنا دیتا۔ اصل چیز اسلام اور احکام اسلام کے نافذ و جاری ہونے کی قوت کا ہونا ہے اسکے بعد اجماع اور اکثریت کی تسلیم۔

میں اس وقت علمی بحثیں اور اختلافیات کے پیچیدہ مسائل بیان کرنے کو مناسب نہیں سمجھتا ہوں کسی دوسری تقریر میں آپ کی ضیافت طبع اُن سے ہو جائیگی مختصر بات فقط اتنی گزارش کرنی ہے کہ اس وقت سلطان المعظم خلیفۃ الاسلام سلطان ترکی کی خلافت صدیوں سے مسلّم و مقبول چلی آرہی ہے۔ اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ دنیا اسلام کی ۴۰ کروڑ مردم شماری میں ایک متنفس بھی ایسا نہ ملیگا جس کو سچا مسلمان اور صحیح جذبات رکھنے والا ہو کر خلافت عثمانیہ سے دلی ارادت و عقیدت نہو۔ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں سے کوئی گروہ یا کوئی طبقہ تسلیم خلافت میں متامّل یا انکاری ہے مگر بالفرض خلیفہ اسلام کی حیثیت سے نہیں تو قدیم مسلم فرمانروا، اور محافظ مکّہ، مدینہ، بیت المقدس، نجف، کربلا وغیرہ وغیرہ مقامات مقدسہ ہونے کی حیثیت سے بھی کوئی شخص خلیفہ اسلام کی ارادت و محبّت کا انکار کر سکتا ہے

ہرگز نہیں۔

حضرات! آج جو آواز خلافت کے متعلق مسلمان بلند کر رہے ہیں وہ باوجود اس کے کہ حکومت کے نہ صرف خلاف مزاج ہے بلکہ حقیقۃً حکومت کے حیلہ اور غدر کو کھولنے والی ہے اور خفیہ و علانیہ ہر حکمت سے حکومت کا سیاسی اقتضا ہے کہ جس طرح بھی ہو یہ آواز دب جائے اور صدائے حق پست ہو کر رہ جائے۔ حضرات مبلغین خلافت و علمائے ملت گرفتار کئے جاتے ہیں اُن پر مقدمات چلائے اور بنائے جاتے ہیں۔ ملازمین کو دھمکی دی جاتی ہے کہ اگر تحریکات خلافت میں حصہ لیا تو نوکری جاتی رہے گی ملازمت میں فرق آجائے گا مگر پھر بھی آپ دیکھئے اور مخالفوں کو مشاہدہ کرائیے کہ کس مضبوطی اور وسعت سے یہ آواز اور یہ کلمہ حق ترقی کے ساتھ پھیلتا جاتا ہے اور سوچئے کہ سوا صداقت و حقانیت اور خالص جذبہ مذہبی کے اور کونسی چیز ہے جو اس کو حکومت کے مقابل مستقل و مضبوط بنائے ہوئے ہے۔ میں کہتا ہوں حکومت کے ارکان ٹھنڈے دل سے تعصب قومی و مذہبی کو دور کر کے اور اُس دیرینہ عناد کو جو ترکی خلافت کے ساتھ صدیوں سے چلا آرہا ہے اور فتوحات غازی صلاح الدین ایوبی کا جوش انتقام بن کر ہر عیسائی کے دل میں جاگزیں ہے اگر غور کریں اور مسلمانوں کے مطالبات مسئلہ خلافت پر توجہ ڈالیں۔ اور مسلمانوں کے سچے درد و کرب کو سمجھیں تو اُن کو معلوم ہو جائے کہ آج مسلمانوں کی کیا حالت ہے اور خلافت کے ساتھ مسلمانوں کا تعلق کیسا گہرا اور مذہبی تعلق ہے۔ مثال کیلئے واقعات قید خادم اسلام اور مسئلہ خلافت کے مجاہد اعظم فخر العلماء شیر دل شاہ محمد فاخر صاحب الہ آبادی اور بطل حریت و صداقت مولوی حمید احمد صاحب و مولانا رئیس الاحرار ظفر علی خان صاحب و مولوی ظفر الملک صاحب و صوفی لقاء اللہ صاحب وغیرہ کا غور سے دیکھئے کہ جیل کو گوارا کیا۔ گھر چھوڑا۔ زندان کی تنہائی کو قبول کیا مگر خلافت کی خدمت کیلئے جو کچھ کہا اُس سے اعراض و انکار نہ کیا بلکہ وہ یہی کہتے ہوئے اسیر ہوئے "بارک اللہ لہٗ" کیا

جذبات صداقت پکار پکار کر اعلان نہیں کر رہے ہیں کہ خلافت کیلئے عزت آبرو مال جان سب قربان کر دئیے جائینگے۔ مگر اس مذہبی مسئلہ اور دینی مبحث سے علیحدگی اور بے تعلقی نہیں ہو سکتی

حضرات! یقیناً تمام اتحادیوں کو بھی ہمارے جذبات سے پوری طرح آگاہی ہے اور ارکان جنگ یورپ کو بھی کافی معلومات ہے کہ مسئلہ خلافت مسلمانوں کا مذہبی مسئلہ ہے مگر جوش عناد و تعصب کہتا ہے کہ حق و باطل کا معرکہ۔ توحید و تثلیث کا میدان گرم ہے ہاں ٹرکی خلافت سے جو بغض و عناد ہے وہ اس وجہ سے نہیں کہ جنگ کی ذمہ داریوں اور شعلہ افروزیوں کا باعث تنہا ٹرکی خلافت تھی۔ بلکہ صرف اس وجہ سے کہ یورپ میں پرستاران توحید کی بھی ایک پرسطوت سلطنت ہے جس سے ہر وقت عیسایوں کے دل دہلا کرتے ہیں اور دنیا میں بھی ایک وہ باعظمت حکومت ہے جس سے تثلیث کے شرک کا سر ہمیشہ کچلا گیا ہے بس اس وقت اسلام و کفر ایمان و بے ایمانی کی لڑائی ہے جو ٹرکی کے ساتھ مخالفت کی صورت میں ظاہر ہو رہی ہے۔ یاد رکھیے کہ اس کو میں اپنی رائے سے نہیں کہتا ہوں بلکہ ذمہ داران حکومت کے یہ جذبات ہیں جو مذہبی تعصب کے رنگ میں بارہا ظاہر ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں موقعہ ہوا تو کسی تقریر میں تفصیل سے یہ مضمون سنایا جائیگا کہ اتحادیوں کا طرز عمل اور خصوصیت سے گورنمنٹ برطانیہ کا رویہ ترکی خلافت کے ساتھ کیسا رہا ہے اور کیا ہے؟

اس وقت میں یہ سنا دینا چاہتا ہوں کہ آپ کا وفد خلافت انگلستان وغیرہ میں جو کام کر رہا ہے اس نے بہت سے بیدار مغز منصف مزاج عیسائیوں کی جماعتوں اور گروہوں کو یہ تسلیم کرا دیا ہے کہ مسئلہ خلافت پر مسلمانوں کی بے چینی اور اس کیلئے جد و جہد نہ صرف روا ہے بلکہ ان کا مذہبی فرض ہے اور جو شرائط صلح اتحادی ترکی خلافت کے سامنے پیش کر چکے ہیں وہ یقیناً انصاف و دیانت کے اصولوں سے دور اور مسلمانوں کے جذبات مذہب اور اقتدار خلافت کے خلاف و منافی ہیں۔

میرا اعتقاد و یقین ہے کہ دنیا کا کوئی انصاف پسند ایسا نہیں جو اس خاص خلافت کے مسئلہ میں مسلمانوں کا ہم نوا نہو اور اس کو یہ تسلیم نہو جائے کہ بیشک مسئلہ خلافت حق و صداقت کا مسئلہ ہے اور یورپ کی طرف سے اس مسئلہ میں مسلمان مظلوم ہیں اور اپنے مطالبات میں وہ نہایت صحیح اور جائز اصول پر ہیں۔ دور نہ جائیے اگر میرے یقین کی تصدیق و شہادت منظور ہو تو ہند کے روشن خیال بیدار مغز منصف مزاج اہل ہنود کو دیکھئے کہ وہ کس بلند آہنگی سے ایک خالص فرض انسانیت و ہمدردی سمجھتے ہوئے مسئلہ خلافت میں مسلمانوں کا مناسب طور پر ساتھ نہ دینا ظلم کی مدد کرنا اور حق و صداقت کا گلا گھونٹنا ہے۔ یہ کون نہیں جانتا کہ ہندوؤں کو خلافت سے کوئی روحانی و مذہبی تعلق نہیں اور اس سے بھی کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ مسلمانوں کا سہارا اور بھروسا ہندوؤں پر نہیں بلکہ اپنی صداقت مذہب حقانیت اسلام اور خدائی مدد کے سامنے وہ ہر اعانت سے روگرداں اور ہر مدد سے بے پرواہ ہیں مگر جب ہنود ایک فرض انسانیت ادا کرتے ہوئے اٹھتے ہیں تو مسلمان بھی بڑھ کر اپنے احسان فراموش نہ ہونے کا ثبوت دیتے ہیں اور نہایت قدر کے ساتھ اُن کی خالص معاونت اور انسانی و ملکی ہمدردی کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور جہاں تک مذہب اجازت دیتا ہے اُن سے مدارات و مراعات کو بڑے کھلے قلب اور نہایت بلند حوصلہ سے تیار ہو جاتے ہیں اور ملکی اتفاق و اتحاد کے مضبوط و مستقل بنانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے۔

حضرات! آج ملکی مسئلہ کی صورت لیکر بھی مسئلہ خلافت ۲۲ کروڑ ہندوؤں کی متفق آوازوں کے ساتھ حکومت کے سامنے ہے اور مذہبی رنگ میں بھی مسلمانوں کے جذبات و عقاید کے ساتھ جلوہ آرا ہے۔ مگر آہ آہ!! اس وقت تک حکومت کی بے پروائیاں وہی ہیں اور ارکان حکومت کا تغافل و تساہل۔ تشدد و جبر، اسی بربریت پر ہے۔ ہندو اور مسلمان دونوں سمجھا رہے ہیں کہ وہ اراکین حکومت جو نخوت دبے اتفاقی اس مسئلہ

سے عمل میں لاتے ہیں اور اتنے جذبات وداعیات حقہ کا لحاظ وپاس بھی نہیں کرتے حکومت کی بنیاد کو کھوکھلا کر رہے ہیں اور ایسا مادہ نفرت وعلیحدگی جمع کر رہے ہیں جسکے شعلہ افروز ہوتے ہی تمام تعلقات جل جلا کر راکھ ہو جائینگے اور اُس وقت مسلمان اور اہلِ ہنود بالکل بری الذمہ ہونگے اور کل ذمہ داری صرف اُن ناعاقبت اندیش اور کوتاہ نظر عمال وذمہ دارانِ حکومت پر آئیگی جن کے تعصب وتدمّغ کے یہ شعلے بھڑکائے ہوئے ہیں۔ ہم اب بھی حکومت کو نصیحت دیتے ہیں کہ وہ مسئلہ خلافت میں دست انداز نہو اور مسلمانوں پر حکومت کرنے کا یہی بہترین طریقہ سمجھے اور اُن کے مذہبیات کا کافی لحاظ رکھے اور جتنی مدد دے سکتی ہو اُس سے اعراض نہ کرے اور اگر مدد نہ دے سکے تو کم از کم اُن کے تحریکات مذہبیہ میں رکاوٹ تو نہ ڈالے۔

آج کل یہ خوف ابھی تک بڑھا ہوا ہے اور ضعفِ ایمان کا یہ اثر ہنوز ہم پر چھایا ہوا ہے کہ تحریکات خلافت میں حصہ لینے پر خلافت سرمایہ اور کار تبلیغ میں مدد دینے پر کہیں مجسٹریٹ ضلع اور دیگر حکام اعلیٰ یا اسفل ناراض ہو جائیں اور بعض جگہ ایسا ہونا بھی ممکن ہے مگر مجھے آپ حضرات تک یہ امر پہنچا دینا ضرور ہے کہ اول خیال مذہب کا اور مقدم خوف خدا کا ہے۔ لِلّٰہ یہ بھی سوچیے کہ کہیں اس مصیبت اسلام کے وقت میں آپ کی مدد اور خدمت نہ کرنے پر اللہ اور اُس کا رسول ناراض ہو جائے۔ دُنیا کے ہر خوف کا خاتمہ اور ہر مادی طاقت وقوت کو فنا ہے جس سے زائد سے زائد مر کر تو آپ اور ہم چھوٹ ہی جائیں گے لیکن اللہ کی طاقت وقوت کو کبھی فنا نہیں اور اُس سے مر کر بھی چھٹکارا نہیں ہو سکتا یہ ہے آپکے قرآن ومذہب کا حکم جو آپ تک پہنچا دیا باقی آپ جانیں اور اب کا کام والسلام

فقط

تیسرا درس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

(قال اللہ تعالیٰ) وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ

حضرات! اس ارشادِ خداوندی میں مسلمانوں کو ایک بہت بڑا فرد ہ پہنچایا گیا ہے اور نہایت مسرت بھری خبر سنائی گئی ہے مسلمانوں کی رفعتِ شان و علو مرتبت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خداوند عالم جل جلالہٗ غلامانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بنا کر ارشاد فرماتا ہے کہ ہمیں نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا اور ایک کو دوسرے پر درجہ میں بلند کیا۔ درحقیقت یہ قرآن مجید کی ایک پیشینگوئی ہے جو کسی طرح غلط نہیں ہو سکتی کتاب الٰہی میں کثرت کے ساتھ پیشینگوئیاں کی گئیں اور وہ حرف بحرف پوری ہو کر رہیں ذرہ برابر فرق نہ پڑا اور ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ خلاقِ عالم۔ خدائے علّام الغیوب جو ذرہ ذرہ سے خبردار ہے جس کا علم ازلی ہر جزو کل کو محیط ہے اُس کے کلام و ارشاد میں سرِ مو خلاف ہو۔ چنانچہ اس آیت میں جو وعدہ کیا تھا وہ پورا ہو کر رہا۔ یہ پیشینگوئی بالکل سچی ہوئی۔ عہد نبوت اور زمانۂ اصحاب کرام میں جو فتوحات ہوئے وہ سب مسلمان خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ صرف ملکِ عرب ہی پر اسلامی پرچم لہراتا نظر نہیں آیا بلکہ مشرق سے مغرب تک جنوب سے شمال تک عالم کے اکثر حصوں میں دین محمدی کا پھریرا اڑنے لگا مسلمان سارے روئے زمین کے مالک بن گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلافتِ ارض شروع ہو کر متبعین سرکار عالم صلے اللہ علیہ وسلم میں منتقل ہوتی رہی اور قیام قیامت تک انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہوتی رہیگی اس عام پیشینگوئی

کے علاوہ خاص خاص واقعات و بلاد و ممالک کے متعلق بھی کتاب الٰہی اور حدیث
نبوی میں پیشینگوئیاں وارد ہیں۔

حضرات! ایک جگہ اور قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ (الآیۃ)
سیغلبون کا لفظ دونوں طرح پڑھا گیا ہے "سَیَغْلِبُوْنَ" اور "سَیُغْلَبُوْنَ"
دوسری قرأت پر مسلمانوں کو ملکِ روم کے فتح ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔ پھر اسکی توضیح و تفصیل رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرما دی تھی۔ ام حرام سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے سنا کہ میری اُمت میں سے جو پہلا لشکر قیصر کے شہر پر جنگ کرے گا اُس کی مغفرت ہوگی۔

حضرات! ایک دوسرے مقام پر خداوند عالم ایک اور زبردست پیشینگوئی دیتا ہے ارشاد ہوتا ہے لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا۔

ترجمہ: بیشک سچا کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب۔ البتہ تم مسجدِ حرام میں امن چین سے داخل ہوئے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ سر کے بال منڈا کر اور کتروا کر۔ تو اللہ کو اس بات کا علم ہے جو تم کو معلوم نہیں پس اس سے کچھ پہلے ایک فتح مقرر فرمائی واقعہ یہ تھا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں خواب دیکھا تھا کہ آپ مع اصحاب کرام مکہ تشریف لے گئے ہیں اور اطمینان کے ساتھ عمرہ کیا۔ صحابہ سے آپ نے بیان فرمایا تو آپ کی ہمرکابی میں مکہ کو چل دئے۔ قریب پہنچے تو کفار سدِّ راہ ہوئے آپ حدیبیہ کے قریب ٹھہر گئے۔ وہاں بیعت رضوان واقع ہوئی اور کفار سے مصالحت ہو گئی کہ آئندہ سال آکر آپ عمرہ کر لیں۔ جس سے اصحاب کرام کو بہت ملال ہوا۔ جب وہاں سے

واپسی ہوئی تو سورۂ فتح نازل ہوئی۔ اسی کی چند آئتیں یہ ہیں جن میں صحابہ کو تسلی دی گئی ہے کہ ہمارے رسول کا خواب بالکل سچا ہے ایسا ضرور ہوگا مگر یہ لازم نہیں کہ اسی سال ہو جائے چنانچہ دوسرے سال ایسا ہی ہوا۔ اسی کے ساتھ یہ بھی مژدہ دیا گیا کہ اس سے کچھ قبل ایک فتح بھی ہوگی جسکا ظہور یوں ہوا کہ حدیبیہ سے واپس آتے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر فوج کشی کردی اور اُس کو فتح کرلیا اُس کے ساتوں قلعے قبضہ میں آگئے۔ مال غنیمت اور باغات واملاک اس کثرت سے ہاتھ آئے کہ صحابہ کرام غنی ہوگئے۔ اسی غزوہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشینگوئی پوری ہوئی۔

آپنے جنگ خیبر میں فرمایا کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالےٰ فتح کریگا وہ اللہ رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول اُسے دوست رکھتے ہیں صبح کو تمام صحابہ حاضر ہوئے اور ہر ایک اسی آرزو میں تھا کہ مجکو جھنڈا عطا ہوگا۔ حضور نے پوچھا کہ علیؓ کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا اُن کی آنکھیں دُکھتی ہیں۔ فرمایا بلالو علیؓ حاضر ہوئے آپنے اپنا لعاب مبارک اُن کی آنکھوں میں لگا دیا جس سے آنکھیں فوراً اچھی خاصی ہوگئیں۔ پھر اُن کو نشان عطا فرمادیا۔ حضرت علی نے قلعہ خیبر کو جو نہایت مضبوط و مستحکم تھا فتح کرلیا۔

غزوۂ حنین میں ایک شخص نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا کہ میں فلاں پہاڑ پر چڑھا تھا وہاں سے میں نے دیکھا کہ قبیلہ ہوازن کے تمام آدمی اپنے ہودج دار اونٹ اور مواشی لے کر حنین میں آگئے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا انشاء اللہ کل وہ سب مسلمانوں کے لئے مال غنیمت ہوگا۔ دوسرے دن ایسا ہی ہوا کہ وہ ساری چیزیں اہل اسلام کے ہاتھ آگئیں۔ ایک پیشینگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اکیدر بن عبد الملک عیسائی کے متعلق فرمائی تھی جو دومۃ الجندل کا حاکم تھا۔ آپنے حضرت خالد بن رضؓ الولید

سیف اللہ کو چار سو بیس سواروں کی ہمراہی میں اُسکی جانب روانہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ "وہ گائے کے شکار کو نکلا ہوگا اُس وقت تم اسے پکڑ لوگے" حضرت خالد روانہ ہوگئے۔ چاندنی رات میں اُس کے قلعہ کے قریب پہنچے۔ اس سے پہلے وہ اپنے بالاخانہ پر بیٹھا ہوا تھا کہ چند نیل گائیں آکر قلعہ کی دیوار سے اپنا بدن رگڑنے لگیں اُس نے آواز سُن کر دیکھا تو چار نیل گائیں نظر آئیں اُن کے شکار کرنے کے ارادہ سے اپنے بھائی حسان کے ساتھ قلعہ سے چل دیا۔ باہر نکلا ہی تھا کہ حضرت خالد مع سواروں کے دفعۃً جا پڑے اور اُسے گرفتار کر لیا حسان مارا گیا۔ پھر اکیدر کو دربار نبوی میں حاضر کیا۔ آپ نے جزیہ مقرر کر کے اس کو رہا فرما دیا۔

غزوۂ تبوک میں ایک روز حضرت نے فرمایا آج رات کو بہت زور کی ہوا چلیگی اسمیں کوئی نہ اُٹھے اور جس کسی کا اونٹ ہو وہ اُسے مضبوط باندھ لے۔ شب میں نہایت سخت آندھی آئی۔ ایک شخص اُٹھا اُس کو ہوا اڑا کر لے گئی اور طے کے دونوں پہاڑوں میں ڈال دیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت سے پہلے ملکِ حجاز میں ایک آگ نکلے گی جو شہر بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن کر دے گی یعنی اُس کی روشنی ایسی ہوگی کہ حجاز سے بصریٰ تک پہنچے گی اور اونٹ اُس کے اُجالے میں چلیں گے۔ خلفائے عباسیہ کے آخر زمانہ سنہ ۶۵۴ھ میں مدینہ طیبہ کے متصل وہ آگ بڑی شہر کی طرح ظاہر ہوئی جس کا طول بارہ میل عرض چار میل تھا۔ بلندی آدمی کے جسم سے ڈیوڑھی دریا کی طرح موجیں مارتی سیلاب کی طرح چلتی اور مثل رعد کڑکتی تھی پتھروں کو جلا دیتی تھی۔ پہاڑوں کو رانگ کی مانند گلا دیتی تھی مگر قدرت الٰہی دیکھئے کہ درختوں پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ اہل مدینہ رات کو اُس میں دن کی طرح کام کرتے تھے۔ علامہ قسطلانی رح اُس زمانہ میں موجود تھے انھوں نے ایک مستقل کتاب میں اس کے عجیب و غریب حالات لکھے ہیں۔

جنگ بدر کے بعد ایک روز صفوان بن امیہ اور عمیر بن وہب اپنے اُن کافر عزیزوں کا تذکرہ

کرنے لگے جو بدر میں قتل ہوئے تھے صفوان نے کہا اُن لوگوں کے بعد زندگی کا لُطف نہیں عمیر نے کہا میں تو مقروض ہوں۔ اپنے اہل وعیال کی تباہی کا خیال ہے ورنہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جاکر قتل کر ڈالتا۔ اور میرے لئے ان کے پاس جانے کا ایک بہانہ بھی ہے کہ وہاں میرا بیٹا مقید ہے صفوان کہنے لگا تیرا قرض میں ادا کر دونگا اور تیرے عیال کی خبر گیری کرتا ہوں گا۔ عمیر نے کہا مگر اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ پھر اپنی تلوار سان پر رکھ کر زہر میں بجھائی اور مدینہ پہنچا مسجد نبوی کے دروازہ پر اونٹ بٹھایا تلوار حمائل کرلی۔ حضرت عمر رضہ نے اُس کو دیکھ کر کہا کہ یہ دشمنِ خدا بدی کے لئے ہی آیا ہوگا اور آنحضرت کو اُس کے آنے کی خبر کردی۔ حضرت نے اُس کو بلوایا تو عمر رضہ نے اُسکی تلوار اپنے قبضہ میں کرلی حضور نے عمیر بن وہب کو قریب بُلا کر پوچھا تو کیوں آیا ہے؟ کہا اپنے قیدی کے لئے آیا ہوں اُس کے بارہ احسان کیجئے۔ فرمایا تلوار گلے میں کیوں ڈالی ہے؟ اُس نے کہا تلوار کس کام کی ہے یعنی جس کام کے لیے میں آیا تھا وہ نہ ہوا۔ فرمایا سچ بیان کر کیوں آیا ہے؟ کہا اسی لئے آیا ہوں۔ فرمایا تو نے اور صفوان نے مقام حجر میں کشتگانِ بدر کا تذکرہ کیا تھا۔ تو نے کہا اگر میں قرضدار نہوتا اور اہل وعیال کی بربادی کا خوف نہوتا تو محمد کو جاکر قتل کر ڈالتا۔ صفوان نے تیرے قرض ادا کرنے اور اہل وعیال کی خبر گیری کا ذمہ لیا ہے اُس نے فوراً پڑھا اشهد انك رسول الله اور کہا میرے اور صفوان کے سوا کسی کو اسکی خبر نہ تھی۔ خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ خدا نے ہی آپ کو اطّلاع فرمادی۔ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے دین اسلام کی ہدایت دی۔

مُوتہ جو مدینہ منورہ سے ایک ماہ یا کچھ زیادہ کی راہ پر شام کا ایک موضع ہے وہاں کے حاکم نے حضور کے قاصد کو قتل کر ڈالا تھا۔ آپ نے زید بن حارثہ کی سرداری میں وہاں لشکر بھیجا۔ ایک روز آپ نے مدینہ میں فرمایا زید نے نشان لیا اور وہ شہید ہو گئے۔ پھر جعفر نے جھنڈا لیا وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس کے بعد ابن رواحہ علم بردار بنے اُن کو بھی شہادت

نصیب ہوئی۔ یہ فرماتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسو بہتے جاتے تھے پھر آپ نے فرمایا کہ آخر سیف اللہ یعنی خالد بن الولید نے نشان لیا اور فتح حاصل ہوئی جب جیش اسلامی وہاں سے واپس ہوا تو بالکل یہی واقعہ بیان کیا۔ حضور کے فرمانے میں ذرا بھی فرق نہ تھا۔

حضرات! ایک حدیث میں حضور نے قیصر روم کے دارالسلطنت "قسطنطنیہ" پر قبضہ ہو جانے کی صراحت فرمادی تھی۔

امام احمدؒ بہ اسناد حسن اور حاکمؒ روایت بیان کرتے ہیں۔ بشر غنویؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لتفتحن القسطنطنیہ ولنعم الامیر امیرھا ولنعم الجیش جیشھا۔ یعنی قسطنطنیہ یقیناً اور ضرور فتح ہوگا اور اس کا امیر اچھا امیر اور لشکر بہتر لشکر ہوگا۔ اس ارشاد میں پیشینگوئی کے ساتھ ہی ساتھ اس کے فتح کرنیوالوں سپاہیوں اس کے لئے لڑائی لڑنے والوں اور جہاد میں شریک ہونے والونکو بہتری کا مژدہ بھی دیا گیا اور مغفرت و برکت کی سند بھی مرحمت کی گئی ہے۔

حضرات! ۵۰ھ میں امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ نے اس اجر عظیم کے حاصل کرنے کیلئے سفیان بن عوف کو ملک روم اور اُسکے پایۂ تخت قسطنطنیہ کی طرف سپہ سالار بناکر روانہ کر دیا۔ جب یہ حال لوگوں کو معلوم ہوا کہ قسطنطنیہ کی جانب عساکر اسلامی روانہ ہو رہے ہیں تو مقتدایانِ مذہب و رہنمایانِ ملت اس کی شرکت کیلئے مستعد ہو گئے بڑے ذوق شوق سے ساتھ جانے کی تیاری کرنے لگے۔ جگر گوشہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم یعنی سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن عباس۔ حضرت عبداللہ بن زبیر۔ حضرت ابن عامر۔ حضرت ابوایوب انصاری حضرت عبدالعزیز ابن زرارہ کلابی۔ تمام جلیل القدر حضرات ہمراہ ہوئے۔ یزید بھی محل سے نکل کر ساتھ ہو گیا اور علم برداری کی خدمت اپنے ذمہ لے لی۔ مسلمان جس کی ورپر خاصیدانو نکی

صعوبتیں اٹھاتے۔ پُرخوف اور خطرناک جنگلوں کو طے کرتے۔ کوہ و صحرا، دشت و بیاباں و دریا کی مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کرتے۔ خدا اور رسول کا نام لیتے جذبۂ شوق میں قدم اُٹھاتے چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ارض روم اور پھر خاص قسطنطنیہ میں جا پہنچے دونوں طرف سے خوب نبرد آزمائی ہوئی۔ فریقین نے اپنے اپنے جوہر دکھائے مگر غلامانِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کون مقابلہ کرسکتا ہے ان کے حملے روکنے کی تاب کس میں ہے ان کی جسمانی قوت کام نہیں کرتی بلکہ روحانی طاقت اثر دکھاتی ہے۔ یہ وہی مسلمان ہیں جن کے دس دس بیس بیس سو سو ہزار ہزار پر غالب آئے۔ آخر اہل اسلام مظفر و منصور ہوئے اور اہلِ روم کو شکست نصیب ہوئی۔ اسی جنگ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ شہر پناہ کے قریب آپ کا مزار تعمیر کیا گیا اُس وقت سے اس وقت تک مزار شریف زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ علماء، مشائخ، عمائد، وزرا، رؤسا وہاں دفن ہونے کی تمنا میں رہتے ہیں۔ جب کوئی سلطان تخت خلافت پر بٹھایا جاتا ہے تو رسمِ تیغ بندی ادا کرنے کو صحابی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی قبر پر حاضر ہوتا ہے۔ مدت دراز گزرنے پر زیارت شریف کا صحیح نشان یاد سے جاتا رہا تھا تو اُس زمانہ کے قطب شہر حضرت شیخ شمس الدین ابیض کو محبوب خدا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلّم نے بشارت دی۔ مزار کا ٹھیک مقام مشاہدہ کرادیا انہوں نے سلطان خلیفہ محمدؒ فاتح اعظم سے بیان فرمایا کہ حضرت ایوبؓ کی قبر مبارک کا نشان آپ کے لئے موجب برکت و باعث سعادت بتایا گیا ہے چنانچہ سلطان نے اُسی موقع پر زیارت اور ایک بڑی مسجد تیار کرادی۔

اس لشکرِ صحابہ کے بعد اور گروہ بھی قسطنطنیہ پر گئے۔ خلیفہ سلیمان بڑی تعداد میں سپاہ لیکر وہاں گیا پھر خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؓ نے ایک بحری بیڑا اُسکی جانب روانہ کیا ہشام بن عبدالملک نے بھی عنانِ توجہ قسطنطنیہ کی طرف منعطف کی۔ خلفائے بنی عباس

کے عہد میں بھی اس کی سلسلہ جنبانی رہی۔ خلیفہ مہدی نے ایک بہت بڑی فوج ہارون رشید کی سپہ سالاری میں بھیجدی۔ اس حملہ میں کامیابی حاصل ہوئی مگر اس زمانہ میں ایک نصرانی عورت وہاں تختِ سلطنت پر تھی اس نے خوشامد کی اور صلح کی درخواست پیش کی جسکو ہارون رشید نے باجگذار بنا کر چھوڑ دیا۔ سلاطین ترک نے بھی قسطنطنیہ کا ارادہ کیا بایزید ویلدرم نے اس کے لئے بہت سخت جنگ کی موسٰی نے نہایت جد وجہد کی خلیفہ مراد ثانی کی سعی بھی اسکے لئے جاری رہی مگر سلطان اعظم فاتح قسطنطنیہ خلیفہ محمد کے سر سہرا رہا اور یہ عظیم القدر شہر ترکوں کے قبضہ میں نہایت استحکام کے ساتھ آگیا۔ اسوقت سے برابر خلفائے عثمانیہ میں وہ تختگاہ ہوتا چلا آتا ہے اور انشاء اللہ العزیز انہیں کے تصرف میں رہیگا۔ دشمنانِ اسلام متواتر کوشش اس کے چھیننے کی کرتے رہے ہیں لیکن اپنے ارادوں میں کامیاب نہیں ہوئے اس وقت بھی تمام اعدائے دین ملکر جان توڑ کوشش میں ہیں کہ کسی طرح خلیفۃ المسلمین کے قبضہ سے نکال لیں ان کے ملک کو آپس میں تقسیم کریں مگر خداوند عالم اپنے دین کا حامی ومددگار ہے وہ اپنے رسول کی بیکس غریب امت کی اعانت فرمانے والا ہے وہی مسلمانوں کو توفیق دینے والا ہے کہ وہ شریعت کی خدمت کیلئے کمر بستہ ہو جائیں خلافت کے بقاء و قیام کے واسطے جان و دل سے مستعد رہیں جس شخص سے جو کچھ ہو سکے مدد دے۔ دامے، درمے، قلمے، قدمے امداد کرے۔ اے رسول اکرم تاجدار عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے نام لینے والو اے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے پڑھنے والو اٹھو۔ للہ خواب غفلت سے چونکو۔ آخر یہ بیہوشی کب تک رہے بے پروائی کہاں تک۔ دیکھو تمہارے اسلام پر چاروں طرف سے کفار کا نرغہ ہے خدا کے واسطے اس طرف توجہ کرو۔ دین کی اعانت کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔ ضرورت ہے کہ نہایت استقلال و ہمت، مضبوطی و پامردی کے ساتھ اس خدمت میں مصروف و مشغول رہو۔ مخالفین کے حملے کو رد کو۔ ان کی دستبرد سے اس کو بچانے کی ہر امکانی کوشش کرو علماء پر لازم ہے کہ اپنے بیانات سے اپنی تقریروں سے اپنی تحریروں سے مدد کریں۔ لوگوں کو بیدار

وہوشیار بنائیں خلافت کے فرائض و حقوق اور تمام احکام سُنائیں بتائیں روپیہ سرمایہ لازم ہے کہ مالی امداد کریں خدا اور رسول کے نام پر اگر جان سے نہیں تو صرف روپیہ سے تو خدمت انجام دیں سرمایہ خلافت جمع کرنے کی بیحد ضرورت ہے اس کیلئے ہر شخص کو کوشش کرنی چاہئیے حسب حیثیت ہر مسلمان کو چندہ دینا چاہئیے جو کوئی ایک روپیہ دیگا اس کو انشاء اللہ دس روپیہ ملیں گے اسکے علاوہ اتفاق و اتحاد رکھنا بہت ضروری ہے مسلمانوں کو یکدل یکجان ہوکر رہنا چاہئیے پروردگار عالم حکم دیتا ہے وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا اسکے معنی یہ ہوئے کہ تم سب ملکر اللہ کی رسّی یعنی دین اسلام و کتاب الٰہی کو مضبوطی سے پکڑو اور تفرق و جدا نہو علماء کرام و پیشوایان مذہب و ملت جو کچھ فرمائیں اسپر عمل رکھو۔ اتفاق کے ساتھ سب اسکو تسلیم کرکے انجام دو۔ تمھارے رہنما کہتے ہیں کہ غیروں، مخالفوں، دشمنوں کی چیزیں لینا چھوڑ دو اپنی صنعت و حرفت کو ترقی دو اپنا روپیہ انکو نہ دو اپنے بھائیوں کو ہی اس سے نفع پہنچاؤ اپنی ہی تجارت کو فروغ دو ہر شہر ہر گاؤں میں اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم کے ساتھ لکڑی کا کام کرنا موزے بننا اور اسی قسم کی دوسرے کام سکھاؤ اپنے ملک کا بنا ہوا کپڑا پہنو ولایتی کپڑا جوتہ ٹوپی وغیرہ کوئی چیز استعمال نکرو انگریزی کوٹ پتلون بوٹ ٹوپ یا کوئی اور شے جو اسلامی وضع کے خلاف ہو ہرگز نہ پہنو مسلمانوں کی سی صورت بناؤ، اسلامیوں کی سی سیرت اختیار کرو تاکہ خدا و رسول تم سے خوش رہیں صلحاء و علماء کے طریق پر چلو کہ ان کے زمرہ میں تمھارا حشر ہو، احکام دین ادا کرو، نماز روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر اوامر شرعیہ بجالاؤ۔ نفاق جھوٹ، حسد دغابازی، بیجا خوشامد غیبت وغیرہ سب ممنوع باتوں کو چھوڑ دو، سب سے زیادہ اہم یہی ہے کہ حدود اسلام سے سر مو تجاوز نکرو راہ شریعت، صراط مستقیم پر چلو اسی سے تمھارے سب کام بنیں گے اسی سے حالت سنبھلے گی اسکو سب سے مقدم سمجھو اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں اگر یہ ہے تو دین و دنیا کی برکت و دولت تمھارے لئے ہے اوّل اسپر عامل بنو پھر سب باتوں پر عمل درآمد کرو۔ بھائیو! للہ اپنے دلوں کو غیر خدا کے خوف سے خالی کرو اور یقین رکھو کہ جب تم اللہ کے سچے بندے بنجاؤ گے اور اللہ کیلئے کام کرنے اٹھو گے

تو کوئی طاقت تمہیں ضرر اور نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ فقط

چوتھا درس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات! خلافت احکام شرعیہ اور مسائل اسلامیہ میں ایک نہایت ضروری اور بہت اہم مسئلہ ہے۔ ہر وقت ہر زمانہ میں ایک امام ایک خلیفہ کی ضرورت ہے جو عدل و انصاف کرے ظالم سے مظلوم کا حق دلائے خصومات و نزاعات کا فیصلہ کرے احکام شریعت حدودِ اسلام۔ اوامرِ دین کو جاری رکھے۔ دار الاسلام کی سرحد کا انتظام و حفاظت کرے۔ اس کے سوا اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن میں خلیفۃ المسلمین کی احتیاج ہے نصب امام ایسا واجب و لازم امر ہے کہ اس کو علمائے دین و عاملان شریعت نے "اہم المہمات" و "اہم الواجبات" قرار دیا ہے۔ سرکار رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ: "جو شخص اپنے امامِ وقت کو بے پہچانے مرے گا اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی۔" اصحاب کرام نے اسکو ایسا ضروری سمجھا کہ محبوب خدا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دفن پر مقدم رکھا اور اس زمانہ سے اب تک اس پر توارث و عمل ہوتا چلا آتا ہے کہ ہر خلیفہ و امام کی وفات پر دوسرا شخص منصبِ خلافت پر متمکن بنا دیا جاتا ہے لیکن جہاں نصبِ خلیفہ لازم ہے وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ ایسے وجود کو اس جلیل القدر عہدہ پر معین کیا جائے جس میں چند شرائط پائی جائیں۔ اول مسلمان ہو، دوسرے عاقل تیسرے بالغ ہو چوتھے مرد ہو، پانچویں پرہیزگار ہو چھٹے صاحب علم ہو ساتویں آزاد ہو، آٹھویں حقوق امامت و فرائض خلافت ادا کرنے پر قادر ہو، صاحب قوت و شوکت ہو، رہزنوں ڈاکوؤں باغیوں کو مقہور کر سکتا ہو۔ ممالک اسلامیہ کی حفاظت اور سرحد کی نگہداشت کر سکتا ہو

اعدائے اسلام و دشمنانِ دین کو دفع کرنے سزا دینے کے لئے مستعد ہو۔ اماکن مقدسہ اور مقامات متبرکہ مخالفین کے قبضہ میں نہ جانے دے۔ مساجد و معابد کی عزت و حرمت برقرار رکھنے میں ساعی رہے۔ نویں قریشی ہو۔ پہلی چار شرطیں تو بہت ضروری اور ہر وقت لازم ہیں۔ غیر مسلم یا مجنون یا نابالغ یا عورت خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ پانچویں، چھٹی، ساتویں، نویں شرطیں یعنی پرہیزگار و صاحب علم اور آزاد اور قریشی ہونا ایسی شرطیں ہیں کہ ضرورت کے وقت ساقط ہو جاتی ہیں۔ اگر کوئی غیر متقی یا غیر ذی علم یا غیر قریشی یا غلام غلبہ و تسلط کرلے تو اس کی اطاعت واجب ہے۔ اسکے جاری کئے ہوئے احکام صحیح ہیں۔ اس کے مقرر کئے ہوئے قاضی کے فیصلے نافذ ہیں۔ اس کے ساتھ جہاد کرنا فرض ہے اس کی تعمیل حکم ضروری ہے۔ ہاں ان امور میں جو شریعت کے خلاف ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے خلیفہ کا کہنا ماننا نہیں چاہیے اس بارہ میں خود کتاب اللہ میں بھی ارشاد ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ اے ایمان والو۔ اے مسلمانو اللہ کی اطاعت کو اور اپنے اولوالامر یعنی حاکموں، اماموں، بادشاہوں کی تابعداری کرو۔ پروردگار عالم نے "اولوالامر" کو مطلق رکھا ہے۔ عدالت یا تقویٰ یا علم، یا مخصوص خاندان کی قید نہیں لگائی گئی جس سے صاف صاف سمجھا جاتا ہے کہ مسلمان بادشاہ خلیفۃ الاسلام اور امام المسلمین کی اطاعت فرض ہے اگرچہ وہ عدل شرعی نہ ہو۔ اگرچہ صفت علم و تقویٰ سے موصوف نہ ہو۔ اگرچہ قریشی النسب نہ ہو۔

حضرات! آیہ کریمہ کی ترتیب ذکر سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ امیر و امام کی اطاعت خدا اور رسول کی اطاعت کے بعد ہے۔ رب تعالیٰ اور اس کے نبی اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری مقدم ہے۔ اگر حکم خدا اور رسول اور حکم سلطان و خلیفہ میں تصادم ہو تو ہرگز ہرگز خلیفہ کی تابعداری نہ کرنی چاہیے خداوند عالم

اور رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا فرمان ماننا چاہیے۔

اسی مضمون کی تائید میں احادیث نبویہ بکثرت منقول و مشہور ہیں۔

حضرت ابوہریرہ بیان فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تکلیف و آرام، خوشی و غم میں تم پر سماعت و اطاعت خلیفہ لازم ہے۔ عرباض بن ساریہ راوی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا جسمیں ایسی بلیغ نصیحت کی کہ اس سے دل ڈر گئے اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ آپ نے ہم کو اس طرح موعظت فرمائی کہ جیسے کوئی رخصت کے وقت کرتا ہے۔ لہٰذا آپ ہم سے کوئی عہد لیجئے۔ آنحضرت نے فرمایا ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہنا اور اپنے حاکم کا فرمان سنتے مانتے رہنا۔ اگرچہ وہ حبشی غلام ہو میرے بعد تم سخت اختلاف دیکھو گے تو تم پر لازم ہے کہ میری اور خلفاء راشدین کی سنت پر استقامت رکھو۔ اس کو دانتوں سے مضبوطی کے ساتھ پکڑو۔ حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد ایسے امام ہونگے جو میرے طریقہ پر نہ چلیں گے اور میری روش چھوڑ دیں گے۔ تم میں ایسے شخص حکومت کرینگے جو انسانی جسم میں ہوں گے مگر ان کے دل شیطانوں کی طرح ہوں گے۔ راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ اگر میں ایسا زمانہ پاؤں تو کیا کروں۔ فرمایا ان کی بات سننا اور تابعداری کرنا اگر وہ تمھاری پشت پر مار لگائیں اور تمھارا مال چھین لیں تب بھی سننا اور اطاعت کرنا حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری اطاعت کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا۔ اور جو شخص میری نافرمانی کرے گا وہ اللہ کی نافرمانی کرے گا۔ جو امیر کی تابعداری کرے گا وہ میری تابعداری کرے گا اور جو امیر کی فرمانبرداری نہ کرے گا وہ میری فرمانبرداری نہ کرے گا +

ایک روایت جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نہایت جامع ہے اس کے الفاظ یہ ہیں علی المرء المسلم السمع والطاعة فيما احب وكره الا ان يؤمر بمعصية فان امر بمعصية فلا سمع ولا طاعة یعنی مسلمان آدمی پر اولوالامر کا سننا اور ماننا لازم ہے خواہ وہ اسے پسند کرے یا ناپسند کرے مگر یہ کہ اس کو معصیت کا حکم دیا جائے پس اگر گناہ کا حکم کیا جائے تو نہ سماعت ہے اور نہ طاعت۔

ان تمام روایات واحادیث سے واضح ہے کہ بجز گناہ و معصیت کے جملہ امور میں امام، و خلیفہ، سلطان و امیر کا اتباع شرعاً واجب ہے خواہ وہ عادل ہو یا فاسق قریشی ہو یا غیر قریشی۔ عربی ہو یا عجمی۔ آزاد ہو یا غلام، منصف ہو یا ظالم اور وجابر اس کے علاوہ تمام صحابہ کرام۔ تابعین عظام اور علمائے اعلام کا تعامل و توارث بھی ہے سب نے اپنے اپنے عہد کے ائمہ و امراء کی اطاعت قبول کی ہے ان پر بغاوت و خروج کو اچھا نہیں سمجھا۔ حالانکہ بہت سے سلاطین جور و ظلم کا ارتکاب کرتے رہے علما کو اذیت پہنچاتے رہے مگر انھوں نے اس کی اطاعت سے منہ نہیں موڑا۔ ان میں ایسے ذی اثر مقبول عام، پسندیدہ خلائق علما و فضلا بھی تھے کہ اگر چاہتے تو سلطنت میں رخنہ ڈال دیتے۔ رعیت کو معمولی تحریک بھی کرتے تو شورش ہو جاتی۔ فتنہ و فساد پھیل جاتا۔ ان میں ایسے حضرات بھی تھے جو امراء و ائمہ سے بدرجہا بہتر اہل تقوی پابند شریعت، مستحق امامت و خلافت تھے۔ ایسے واقعات بھی تاریخ کے صفحات پر نظر آتے ہیں کہ غلاموں کی سلطنت قائم ہو گئی ہے۔ عجمی لوگ تخت خلافت پر متمکن ہو گئے ہیں مگر احرار و عربی۔ ذی نسب و قریشی بزرگوں نے کبھی ان کی نافرمانی نہیں کی، ہاں خلافت اسلام و شارع اسلام کسی امر میں ان کا اتباع نہیں کیا بلکہ ان کو اس فعل سے منع کیا۔ حضرت ابوہریرہ مسجد نبوی میں مؤذن تھے۔ اور مروان

مدینہ طیبہ کا حاکم تھا نماز کی امامت وہی کرتا۔ ایسا جلد باز تھا کہ سورہ فاتحہ کے بعد مقتدیوں کو آمین کہنا مشکل ہو جاتا۔ لیکن صحابی رسول اس کی اقتدا کرتے ہاں اسکو یہ نصیحت فرما دیتے کہ ایسی عجلت نہ کرنا۔ کہ میں آمین بھی نہ کہہ سکوں، مامون الرشید نے حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین اپنی حیات میں کر دیا تھا اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے مامون الرشید کو خلیفہ برحق سمجھا۔ ورنہ جو خود خلافت کا مستحق نہ ہو وہ کسی اور کو ولیعہد کیسے بنا سکتا ہے۔ حضرت سعید بن المسیب فرمایا کرتے تھے کہ بنی مروان انسانوں کو بھوکا مارتے اور کتوں کو کھلاتے ہیں۔ باوجود اس علم کے کہ وہ ظالم و جابر ہیں باوجود اس کے کہ ہر قسم کے مصائب و تکالیف ان سے پہنچتے ان کی اطاعت برابر کرتے۔ ان کو سلطان تسلیم کرتے۔ اموی خلفا طرح طرح کے ظلم و ستم کرتے۔ بدعات کی اشاعت کرتے رہتے مسلمان ان کی حرکات سے ناخوش تھے۔ عید کا خطبہ پڑھنے کھڑے ہوتے تو لوگ اٹھ کر چلے جاتے۔ مروان نے یہ کیفیت دیکھی تو ارادہ کیا کہ نماز عید سے پیشتر ہی خطبہ پڑھے تاکہ لوگ نماز کے انتظار میں جمع رہیں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً اس پر اعتراض کیا کہ یہ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور معمول صحابہ اور اہل اسلام کے مخالف ہے لیکن ان مظالم و بدعات کے سبب سے ان کی خلافت سے انکار نہیں فرمایا۔ علما و فقہا کے سوانح پڑھنے سے بھی بخوبی واضح ہوتا ہے کہ خلفا بنی امیہ و عباسیہ نے ان کو بڑی بڑی اذیتیں پہنچائیں۔ ان کے ساتھ بہت سختیاں کیں۔ انھوں نے ساری سختیاں تمام مصیبتیں برداشت کرنا منظور کیں مگر کلمہ حق سے منہ نہ موڑا۔ ان کی ہوا نفس کا اتباع نہ کیا۔ ان کے طرز عمل پر ہمیشہ انکار کیا مگر باایں ہمہ ان کی فرمانبرداری سے اعراض نہیں کیا۔ خلیفہ منصور نے حضرت امام ابو حنیفہ کو عہدہ قضا پر مامور کرنا چاہا آپ نے انکار فرمایا۔ اس نے اصرار کیا اور حکومت و سلطنت کے غرور میں آکر آپ کو قید کر دیا۔ آپ نے قید خانہ کی سختیاں جھیلنا منظور کیں مگر عہدہ

وقضا منظور نہ فرمایا۔

اللہ اکبر یہ حضرات تھے علمائے حقانی اور اولیائے ربانی کہ ایسا عظیم القدر منصب بادشاہ اپنی خواہش سے دیتا ہے مگر وہ اس سے دور بھاگتے ہیں۔ اپنے کسر نفسی سے اپنے آپ کو اس کے فرائض اور ذمہ داریاں پورا کرنے کے قابل نہیں سمجھتے سخت سے سخت دقتیں اٹھانے کے بعد بھی اس کو منظور نہیں کرتے حالانکہ اس میں دنیوی عزت و وجاہت ریاست، دولت سبھی باتیں تھیں۔ غرض امام صاحب نے خلیفہ کے اس جابرانہ حکم کو تو نہ مانا لیکن اس کی خلافت کو تسلیم کیا اس سے انکار نہیں کیا۔

یونہی خلیفہ مامون الرشید اور خلیفہ معتصم باللہ نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو اس جرم پر کہ آپ فرماتے تھے "قرآن کریم" وکلام باری، قدیم، غیر مخلوق ہے زندان میں بھیجدیا۔ اسی کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ آپنے یہ سب کچھ برداشت کر لیا مگر اپنے اس قول حق سے سر مو بھی تجاوز نہ کیا۔ ساتھ ہی اس کے تسلیم خلافت میں خلاف نہ فرمایا۔

حضرات! اب ذرا غور کیجئے کہ آیا یہ اصحاب کرام۔ اہل بیت رسالت۔ تابعین و تبع تابعین، علماء و فقہاء اس سے ناواقف تھے کہ خلافت کیلئے کیا کیا شرطیں ہیں اور خلیفہ میں کیا کیا اوصاف ہونے چاہئیں یا یہ جانتے ہوئے کہ یہ لوگ خلافت کے اہل نہیں دیدہ و دانستہ حق کو چھپاتے تھے۔ اپنی ذرا دیر کی جسمانی ایذا کے خوف سے یا آرام و آسایش مال و زر کی طمع سے سچی بات ظاہر نہ کرتے تھے اعیاذ باللہ ایسا وہم و گمان کرنا، یہ خطرہ و وسوسہ دل میں لانا اپنے شیشۂ ایمان کو سنگ ضلالت سے چور کرنا ہے خدانخواستہ اگر یہی حاملان دین الہٰی وارثان علم نبوی ایسا جائز رکھتے تو شریعت غرا اور ملت بیضا کا پُر نور آفتاب اپنے آب و تاب اور چمک دمک سے عالم افروز نہ ہوتا پس ماننا پڑتا ہے کہ ان حضرات کا قول فعل، عمل سب اسلام کے مطابق ہوتا تھا۔ وہ جو کچھ کہتے تھے وہی کرتے تھے۔ اور جو بات کہتے یا کرتے تھے وہی ان کے دل میں ہوتی

تھی۔ جو عقیدہ ان کے قلب کا ہوتا تھا اسی کو ظاہر کرتے تھے۔ اسی پر عامل و کاربند رہتے تھے۔ اُن کی کوئی بات قرآن مجید اور سنتِ رسولِ حمید سے باہر نہوتی تھی وہ خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ سرکارِ نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے الائمۃ من قریش الخلافۃ فی قریش۔ لیکن پھر بھی غیر قریشی، عجمی، غلام بادشاہوں کی اطاعت سے باہر نہ ہوتے اُن کو سلطان و خلیفہ تسلیم کرتے۔ بات یہ ہے کہ قرشیت خلافت کیلئے ابتداءً تو شرط ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ کسی قرشی مدبر کو خلیفہ بنائیں دوسرے کی خلافت پر اتفاق نہ کریں مگر کوئی غیر قریشی غلبہ و تسلط کر کے تخت پر بیٹھ جائے تو مجبوراً اس کو خلیفہ و سلطان ماننا پڑیگا اُس کی اطاعت و فرمانبرداری لازم ہوگی اگر کوئی اُس سے سرتابی کرے گا تو گنہگار ہوگا باغی و سرکش سمجھا جائے گا۔ ہاں اگر وہ کفر صریح کا ارتکاب کرے تو اس وقت اُس کی طاعت نہیں بلکہ اُس سے جنگ و جدال، قتال و جہاد واجب ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی قرشی ایسا نہ ملے جو تدبیر و سیاست، حکومت و سلطنت کا اہل ہو۔ امورِ خلافت و امارت کو انجام دے سکتا ہو تو ضرورت کی وجہ سے ایسے غیر قریشی کی خلافت و ولایت صحیح ہے جو خلافت و ولایت صحیح ہے جو خلافت کے قابل اور فرائض امارت ادا کر سکتا ہو یہ مضامین مسامرہ، مسایرہ، فتح الباری، شرح مقاصد، ازالۃ الخفا، رد المختار وغیرہ کتب حدیث و کلام، فقہ سے صاف ظاہر و آشکار ہیں اور ایسے متغلب غیر قرشی سلاطین کی اطاعت کرنے اُن کی ولایت و امارت ماننے کی یہ حکمت و مصلحت ہے، کہ مذہب اسلام فتنہ و فساد، جہالت و وحشت مٹانے بغض و حسد، جنگ و جدال، شقاق و نفاق کا استیصال کرنے اتحاد و اتفاق، یگانگی و یک جہتی، اخوت و مساوات کو درجہ کمال پر پہنچانے کیلئے آیا ہے۔ اُس کا توحید و رسالت کے بعد سب سے بڑھ کر یہ مقصد و منشا رہے کہ سب مسلمانوں کا ایک مرکز ہو۔ سب ایک ہی خلیفہ کے زیر حکم اور تابع فرمان ہوں جس طرح اُن کا ایک معبود ہے، ایک رسول ہے۔ ایک دین ہے۔ ایک ایمان ہے۔ ایک قرآن ہے ایک قبلہ ہے۔ اسی طرح ایک

خلیفہ ہو جس کے متبع و فرمانبردار رہ کر ملتِ اسلامیہ اور شریعتِ محمدیہ کے اوامر و نواہی، احکام و مسائل اجتماعی نظام اور مجموعی اسلوب پر ادا ہوں۔ سب ایک ہی حالت ایک ہی حکومت میں ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ متعدد سلاطین کے اختلافات سے وہ کشمکش میں پڑ جائیں اُن کے آپس میں مزاحمات پھیل جائیں۔ تفرق و تشتت سے اُن کی اسلامی سطوت و عزت میں فرق نہ آجائے۔ اُن کا دینی وقار اور مذہبی جبروت کم نہ ہو جائے، سرکارِ اعظم، سردارِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اتبعوا السواد الاعظم فمن شذ شذ فی النار بڑی جماعت اور گروہِ کثیر کا اتباع کرو کہ جو شخص تنہا رہے گا وہ نارِ دوزخ میں تنہا رہے گا۔ بکری اپنے گلّہ سے الگ ہو جاتی ہے تو راستہ سے بھٹک جاتی ہے یونہی مسلمان اپنی قوم و جماعت سے علیحدہ ہو کر ضلالت و آفت میں پھنس جاتا ہے، انہی مصالح کی بنا پر ایک زمانہ میں ایک خلیفہ ہونا چاہیئے دوسرے کی گنجائش نہیں۔ علماء نے اسکو تصحیح کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفا میں لکھتے ہیں لا تصح البیعۃ لامامین فی وقت واحد والصحیح المتقدم یعنی ایک وقت میں دو اماموں سے بیعت صحیح نہیں بلکہ پہلے امام کی بیعت درست ہے بعد والے کی غیر صحیح۔

بہرحال حدیث الائمۃ من قریش وغیرہ سے شرط قرشیت ثابت مانتے ہوئے ضرورت اجماع کے وقت غیر قرشی کی ولایت و خلافت صحیح اور واجب الاتباع ہے۔

حضرات! بعض علماء کے نزدیک اس قسم کی احادیث پیشین گوئی اور پہلے سے آئندہ ہونے والے واقعات کی خبر ہیں۔ خدائے علام الغیوب نے اپنے محبوب اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے فضل و جود سے امورِ غیبیہ کا علم عطا فرما دیا تھا۔ آپ کو معلوم تھا کہ خلافت قریش میں رہے گی اسی کا اظہار آپ نے اِن احادیث میں فرمایا۔ مگر اس کے ساتھ ہی حضور نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ جس وقت تک قریش دین کو قائم رکھیں گے

جب تک اُن میں اہلیت و قابلیت باقی رہے گی جب ہی تک وہ خلافت کے منصب پر رہیں گے اور جب اُن کی حالت بدل جائے گی جب وہ صراطِ مستقیم سے اِدھر اُدھر ہٹ جائیں گے۔ یہ شرف و فضیلت بھی اُن سے چھین جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا حضور کا ارشاد بالکل نگاہ کے سامنے آگیا۔ جب تک قریش میں شریعت الٰہیہ کی اقامت رہی اُس وقت تک وہ خلفاء رہے اور جس وقت اُن میں ضعف و تکاسل، امورِ مذہب سے تغافل، عیش و تنعم، مال و دولت کی خواہش، دین سے بے اتفاقی، اور دنیا کی طرف رغبت پیدا ہوگئی، وہ عہدۂ امارت سے علیحدہ کردئے گئے۔ اعزاز خلافت اُن سے چھین گیا۔ عجمی، غیر قرشی، ترکی خاندانوں میں ولایت و امارت منتقل ہوگئی۔ یہ بارِ گران انہیں کے ذمّہ ڈال دیا گیا اور وہ اُس کو انجام دیتے رہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک زمانہ میں سلطنت قریش کے خاندان سے نکل کر قحطان میں پہنچ جائے گی۔ حضرت ابوبرزہ راوی ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا امام قریش میں ہوتے رہیں گے جب تک وہ عدل کے ساتھ حکم کریں اور وعدہ کرکے وفا کریں اور رحم چاہنے پر رحم کریں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ یہ امارت قریش میں رہے گی۔ کوئی اُن سے مخالفت و مقابلہ نہ کرے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اُس کو اوندھے مُنہ کردے گا (مگر) اُس وقت تک کہ وہ دین کو قائم رکھیں۔

ان روایات کے سوا یہ علما یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الملک فی قریش و القضاء فی الانصار والاذان فی الحبشہ۔

ایک دوسری روایت حضرت عتبہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا الخلافۃ فی قریش والحکم فی الانصار والدعوۃ فی الحبشۃ۔

دونوں روایتوں کا مطلب یہ ہے کہ ملک و خلافت قریش میں ہے اور حکم و قضا انصار میں اور اذان و دعوت اہل حبشہ میں۔

پس اگر خلافت کے لئے قرشیت شرط ہے تو قضا کے لئے انصاریت اور اذان کے واسطے حبشیت شرط ہونی چاہیئے۔ ایک ہی حدیث میں تینوں باتوں کا ذکر ہے جب اس کے ایک جزو سے خلافتِ قریش ثابت ہوتی ہے تو یقیناً قضا انصار میں اور اذان اہل حبش میں مخصوص ٹھہرتی ہے لیکن کوئی اس کا قائل نہیں کہ قاضی کا انصاری اور مؤذن کا ساکن حبشہ ہونا ضرور ہے جس کا نتیجہ اُن کے نزدیک یہ ہے کہ خلیفہ کا قرشی ہونا بھی ضروری نہیں۔ ایک احتمال یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ روایت الائمۃ فی قریش سے مقصود صرف قریش کے فضل و شرف کا بیان کرنا ہے۔

اہل عرب کے نزدیک خاندانِ قریش کی شرافت و سیادت مانی ہوئی تھی۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی بیت اللہ کے وہی خادم تھے اسلام نے بھی اُن کی وہ عزت برقرار رکھی۔ جب تک قریش ایمان نہ لائے اسلام کو پوری قوت حاصل نہ ہوئی، بہت لوگ دل میں اسلام کو حق سمجھتے تھے مگر ظاہر میں اسلام لانے کے واسطے منتظر تھے کہ قریش اسلام لائیں تو ہم اسلام قبول کریں۔ پھر جب خاندانِ قریش دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا تو تمام عرب شریعتِ محمدیہ کی طرف دوڑ دوڑ کر آنے لگے۔ اسی فخر و شرافت، قیادت و سیادت کا اظہار ان احادیث میں فرمایا گیا ہے کہ قریش اپنے نسب کی عزت و وقعت کے سبب امام و خلیفہ ہوں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

کاقول ہے ان العرب لا تعرف ھذا الامر لغیر ھذا الحی عرب والے اس خاندان (قریش) کے سوا اور کسی کی امارت نہیں سمجھتے۔

اس مضمون سے مجھے یہ امر ثابت کرنا ہے کہ شرطِ قرشیت کو اسی شرط لازم کہ غیر قرشی خلیفہ ہو ہی نہیں سکتے تسلیم نہیں کیا گیا ہے اور عقلی و نقلی طور پر الائمۃ من قریش کے معنی و مفاد کو علماء نے لزوم قریشیت کے لئے غیر ضروری سمجھا ہے۔

حضرات! اس زمانہ میں اگر شریف مکہ کے ترکوں کے مخالف ہو جانے کی اور گورنمنٹ برطانیہ سے مل جانے کی خبریں ہندوستان میں آئیں تو میر الیقین ہے بلکہ یہ ایک خاص نکتہ سمجھنے اور غور کرنے کے لائق ہے کہ ہرگز ہندوستان کے بعض علماء و غیر علماء میں قریشیت اور غیر قریشیت کا مسئلہ دائرہ نہ ہوتا۔ وہ گروہ جو حکومت کو خوش کرنے کے لئے ترکوں کا مخالف ہے اور صرف اس وجہ سے کہ برطانیہ سے اور خلافت عثمانیہ ترکیہ سے جنگ ہوئی اور مخالفت باقی ہے ترکوں سے علیحدگی ظاہر کر کے اُن کو غیر قریشی بتا کر اُن کی خلافت کا منکر ہے اللہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گواہ دے کر ظاہر کرے کہ اس جنگ سے قبل بھی کبھی اُس نے اس بحث کو اُٹھایا۔ سیکڑوں عربی خطبوں میں خلیفہ کا نام پڑھا گیا شائع و مطبوع ہوا مکہ، مدینہ میں اُن کے لئے جمعہ میں دُعائیں سنی گئیں۔ اُن کے اور اُن کے لشکر کی فتح و ظفر کے لئے مسجدِ کعبہ اور مسجدِ رسول میں آمین کا شور گونجتا مسموع ہوا مگر آج تک کسی مولوی صاحب نے یہ ظاہر نہ فرمایا کہ جو کچھ ہو رہا ہے سب خلافِ حکم پیغمبر اور فرمان و مصداق حدیث کے مخالف ہے کیونکہ خلافت غیر قریشی کی ہے۔

صاحبو! غور فرمایئے پھر آج کیا ہوا جو بعض مولویوں نے قریشی و غیر قریشی کی بحث اٹھا کر خلافتِ عثمانیہ کو ناقابل تسلیم اور غیر صحیح بتانے کا بیڑا اٹھایا ہے؟

سنئے! اصل امر قلب و ایمان کی کمزوری اور حکومت کا خوش کرنا ہے وبس۔

آہ! یہ حضرات اتنا نہیں سوچتے کہ آج وقارِ اسلام کی بقا و فنا کا مسئلہ سامنے ہے عزت و عظمت دین کے تحفظ یا خدانخواستہ بربادی کا وقت آگیا ہے۔

خلافت کے زوال کے ساتھ ممالک اسلامیہ و اماکن مقدسہ کے زوال اقتدار کی صورت پیش نظر ہے مگر یہ حضرات ایسے وقت میں بھی دماغی ٹکروں اور ایک امر مسلم واجماعی کے ابطال پر ذہن آزمائیوں سے نہیں چوکتے بلکہ مخالف کو مدد دیتے ہیں کہ اس کے منصوبے کامل ہو جائیں اور توقعاتِ اسلامیہ بربادی کے گھاٹ اتر جائیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

دعا کیجیے کہ اس وقت میں جبکہ بیگانوں کے ساتھ بعض یگانے بھی ملکر خلافت کا گلا گھونٹنے کی فکر میں ہیں مولا تعالیٰ ہمیں کامل ثبات و استقلال سے خدمت خلافت کے لئے مستعد رکھے۔ آمین۔ فقط

فقیر عبد الماجد القادری ناظم جمعیۃ العلما صوبہ متحدہ
وصدر شعبۂ تبلیغ مجلس خلافت صوبۂ آگرہ۔